قرآن مجید کا اثر

بعض اوقات قرآن مجید کی کوئی آیت سن کر کسی کے دل پر ایسا اثر ہو جاتا تھا کہ وہ بے تامل اسلام قبول کر لیتا تھا۔ طفیلؓ بن عمرو دوسی نے قرآن ہی کی چند آیات سن کر اپنے آپ کو ملامت کی تھی کہ بے وجہ بہکانے والوں کی بات مان کر کانوں میں روئی ٹھونسے رہا۔ پھر خود اسلام قبول کر لیا جو پورے قبیلہ دوس کے اسلام کا باعث بنا۔

جبیرؓ بن مطعم اسیرانِ بدر کا فدیہ ادا کر کے انھیں رہا کرانے کے لیے آئے تھے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے سورہ طور کی یہ آیتیں پڑھیں:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ. اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ (طور: ۳۵۔۳۶) کیا یہ (بغیر کسی کے پیدا کرنے کے) آپ سے آپ پیدا ہو گئے؟ یا یہ لوگ خود اپنے آپ کو پیدا کرنے والے ہیں یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؟ بلکہ حقیقت یہ ہے، ان کے دل یقین سے خالی ہیں۔

جبیرؓ کے کان میں ان آیتوں کی بھنک پڑی تو ان کا بیان ہے کہ میرا دل پرواز کر گیا۔ چنانچہ وہ اسی وجہ سے مسلمان ہو گئے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ قیدیوں یا باہر سے آنے والے غیر مسلم مہمانوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے، انھیں ایسی جگہ ٹھہراؤ جہاں سے قرآن خوانی کی آواز ان تک پہنچتی رہے۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، ص ۵۵۳)

درس حدیث

یتیم کی کفالت اوراس کا مال

محمد اظہر مدنی

عن ابی هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول الله، وماهن؟ قال: الشرک بالله، والسحر، وقتل النفس التى حرم الله الا بالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات'' (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: سات ہلاک کردینے والے گناہوں سے بچتے رہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون کون سے گناہ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کوساجھی وشریک ٹھہرانا، جادو، کسی کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا،لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا، پاک دامن عزت دار مومنہ عورتوں پرتہمت لگانا۔

تشریح: یتیم کا مسئلہ نہایت نازک اورحساس ہے،شریعت اسلامیہ نے یتیموں کی پرورش اوران کے جان ومال کے تحفظ کے لیے سب سے بہتر لائحہ عمل پیش کیا ہے۔یتیموں کی جان ومال کی حفاظت اور تعلیم وتربیت کا نظم ونسق کرنے پر اجرعظیم اور خیر کثیر کا مزدہ سنایا ہے۔اسلام کی نگاہ میں یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کے والد کا انتقال اس کے بالغ ہونے سے پہلے ہو چکا ہو۔ایسے بچوں کی کفالت کرنا،ان کے مال کی حفاظت کرنا،ان کے ساتھ نرمی کرنا،ان کی دل جوئی کرنا،ان کے ساتھ غمخواری وغمگساری کا معاملہ کرنا،اخوت ومحبت کی بنیاد پران کے تمام امور کا خیال کرنا اور ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں اس اہم امور میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہو جائے۔شریعت مطہرہ کی نگاہ میں کافی اہمیت کے حامل ہیں۔اسلام نے جتنی عظیم خوشخبری ایک یتیم کی کفالت اوراس کے مال کے تحفظ پر سنائی ہے اسی طرح اس میں کوتاہی برتنے کی صورت میں وعید شدیداوردھمکی بھی دی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:''اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا،وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا'' (النساء:١٠) جولوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھاجاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اورعنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔دوسری جگہ ان پرسختی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے:''فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ''(ضحیٰ:٩) پس یتیم پرتو بھی سختی نہ کیا کر۔اورایک مقام پرنیک لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:''وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا''(انسان:٨)اوراللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں،مسکین،یتیم اورقیدیوں کو۔

اس کے علاوہ متعدد مقامات پران کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنے دوسروں کواس پر ابھارنے اوراس کارخیر میں شریک ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:''اللهم انى احرج حق الضعيفين: اليتم والمرأة ''اے اللہ! میں لوگوں کو دوکمزور وضعیف کے حقوق سے ڈراتا ہوں تاکہ وہ اس میں کسی طرح کی کوئی کوتاہی نہ برتیں،ایک یتیم اور دوسری عورت۔ایک دوسری حدیث میں آتا ہے،حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بروز قیامت کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے توان کے منہ آگ سے بھرے ہوں گے۔پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: آپ نے فرمایا:''ان الذين يا كلون اموال اليتامىٰ ظلما''جولوگ ناحق یتیموں کا مال کھاجاتے ہیں''۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کی مثال اپنی دوانگلیوں سے دیتے ہوئے ارشادفرمایا کہ میں اوریتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت والی اور درمیان والی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے درمیان کشادگی بنائی۔نیز حدیث میں جنت کی عظیم خوشخبری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت میں قربت کے تعلق سے یہ بتایا گیا کہ یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ یتیم کا رشتہ دار ہو یا کوئی اور شخص ہو، بلکہ کوئی بھی مومن شخص یتیم کی کفالت اوراس کے مال کی حفاظت کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت جنت میں حاصل کرسکتا ہے۔اور جو شخص یتیم کی کفالت اوراس کے مال کی حفاظت کے تعلق سے کوتاہی برتتا ہے اس کے لیے وعید شدید ہے۔مذکورہ بالا حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہلاک کردینے والی چیزوں میں سے یتیم کے مال کوناحق کھانے کا بھی ذکر کیا ہے۔اورارشادفرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں کی سنگینوں سے بچتے رہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ''(الاسراء:٣٤)اوریتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ،بجزاس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے۔سورہ نساء میں یہ ارشادفرمایا ہے کہ''وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ، اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا''(النساء:٢)اوراپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملاکر کھانہ جاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات مترشح ہوگئی کہ یتیم کے حق کی ادائیگی میں کسی بھی طرح کی کوئی کوتاہی بالخصوص ان کے مال کے سلسلے میں گناہ کبیرہ ہے اوراسے قرآن نے ظلم سے تعبیر کیا ہے۔اوراس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہم تمام لوگوں کو کفالت یتیم اوراس کے مال کی حفاظت کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے اوران کی خدمت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور جنت کا مستحق بنادے،اوریتیم کے حق میں کسی بھی طرح کی کوتاہیوں اور کمیوں سے دور رکھتے ہوئے عذاب الٰہی سے محفوظ فرمادے۔آمین

وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيرا

☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا عبدالمعید مدنی مولانا اسعد اعظمی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
سنن ونوافل فضائل واحکام	۶
غلط ترجیح	۱۰
پیارے رسول کی پیاری باتیں	۱۵
والدین کے ساتھ حسن وسلوک کے فضائل	۱۷
ویڈیو گیمز کے خطرات	۲۳
عبدالحکیم فیضی رحمہ اللہ	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۹
جماعتی خبریں	۳۰

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ــــــــ ۷/روپے
پاکستان ــــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

اس روش سے حذر لازم ہے

دور حاضر میں کچھ لوگوں کا وطیرہ بلکہ فیشن بن گیا ہے کہ وہ بذاتِ خود و بزعم خویش اپنے آپ کو تقویٰ وطہارت اور حق وانصاف کے علمبردار باور کراتے پھریں، قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں اعتدال ومیانہ روی کی دہائی دیتے نہ تھکیں اور اس کی آڑ میں سارے دھرموں، ساری جماعتوں اور پارٹیوں کو غیر معتدل، متشدد اور دہشت گرد تک قرار دینے سے نہ چوکیں اور وہ بھی ایک ہی سانس اور ایک ہی پیرایہ بیان میں۔ گویا وہ اجتماع ضدین اور قول وفعل میں تضاد کا بدترین عملی نمونہ پیش فرمار ہے ہوں۔ انہیں اندازہ ہے یا نہیں کہ وہ خود کیسی کیسی ناانصافیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بلاوجہ اپنے ہی بھائیوں کو مجرمین کے کٹھرے میں کھڑا کر رہے ہیں۔ حکومت کے ایوانوں میں جو مظالم ہوتے ہیں ان کا تو محاسب ومنصف ہر کس وناکس بن بیٹھتا ہے اور زبان زد عام وخواص ان کی زیادتیاں اور حق تلفیاں ہوا کرتی ہیں اور سب ہی اس کے حقدار، مستحق وسزاوار ٹھہرتے ہیں۔ معاملہ یہیں پر رک جاتا تو قباحتوں کے باوجود ایک غیر تربیت یافتہ اور غیر مہذب وغیر متمدن قوم کی بات کہہ کر تسلی کر لیتے۔ مگر جب اسے دین وایمان اور شریعت ومیزان عدل وانصاف کا نام دیکر اور **کلمة حق عند سلطان جائر** کے فریم میں فٹ کرنے کی کوشش کر کے فتنہ وفساد اور لامتناہی تباہی وبربادی قوم وملت اور ملک وممالک کا ذریعہ بنا دیا جائے تو تاریخی جملہ **کلمة حق ارید بها الباطل** کی روشنی میں وضاحت وبیان ضروری ٹھہرتا ہے۔

عدالتوں اور انصاف کے ایوانوں میں بھی ناانصافیاں ہوتی ہیں اور ہر کہہ ومہ اس پر رائے زنی کرنا ضروری گردانتا ہے۔ وہ اپنا پیدائشی، دینی اور شہری حق سمجھتا ہے کہ وہ کھلے عام اور برملا اس پر اظہار رائے کرے اور اختلاف ہی نہیں بلکہ مخالفت پر اتارو ہو جائے اور اگر وہ اتنا نہ کر سکا تو گویا ظلم وجبر اور شر وفساد سے دنیا بھر جائے گی اور عدل گستری قصۂ پارینہ بن جائے گی۔

یہ اور اس طرح کی روش پر چلنے والوں کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کے قول وعمل کی کاری ضرب کس پر پڑ رہی ہے اور سامنے والوں کو اس کا کیسا خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ چونکہ ان کے بازار مادیت ودنیا داری میں سامانِ دین واخلاق اور متاع دیانت وامانت کی فراوانی نہیں ہوتی ہے بلکہ دین وایمان کو تو سمپل اور نمونہ کے طور پر وہاں رکھا جاتا ہے، اس لیے تولتے وقت ٹال مارنا

اور کمی وبیشی کرنا ان کی مجبوری ہوتی ہے۔ سامنے والا تو دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ انصاف کا ترازو پکڑے ہوئے ہیں، صحیح تول رہے ہیں لیکن ان کا باٹ برف کا ہوتا ہے یا پھر نیچے سے گھسا ہوا۔ اس حالت میں وہ چاہ کر بھی پورا نہیں تول سکتے۔ مگر کمال سیانہ پن اور چالاکی کے ساتھ وہ ایسا کرتے ہیں جسے اپنانے سے شریف آدمی شرما جائے اور شرافت منہ نوچ کر اور سینہ پیٹ کر رہ جائے۔

یہ کام ایک طبقہ ہمیشہ سے کرتا آرہا ہے مگر آج کے دور میں چند مخمورین زہد واصلاح اور حالات وظروف اور مصالح و مفاد کے بندے اس قدر وبائی وسیمابی کیفیت سے دوچار ہیں کہ گویا ان کا علم وفن ان کے لیے حجت بننے کے لیے نہیں بلکہ ان کے خلاف حجت اور وبال بننے کے لیے ہی عطا کیا گیا ہے۔

اس وقت ایک صاحب مصلح بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، مورخ بھی ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا ہیں؟؟ وہ عدل وانصاف کا ترازو لے کر ہمہ وقت بیٹھے رہتے ہیں اور اعتدال کی دہائی دیتے نہیں تھکتے لیکن بے اعتدالی کی ایسی ایسی بوالعجبیاں ان سے صادر ہوتی رہتی ہیں کہ گویا کہ یہ ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔

طرفہ تماشا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ’’یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ، وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا، اِعْدِلُوْا، ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی، وَاتَّقُوا اللّٰہَ، اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ‘‘ (المائدۃ:۸) ’’اے ایمان والو! تم اللہ کی خاطر حق پر قائم ہو جاؤ، راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے‘‘ اور اس جیسی دیگر آیات اور احادیث ان جیسے لوگوں کے نوک قلم اور لب ولسان پر ہمہ وقت رواں دواں رہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ کلام وقلم اور مجالس و بزم کا کوئی ایسا موقع ومحل نہیں چھوٹتا جس میں لمز اور ھمز کے ساتھ انتہائی رکیک حملے اور ذو وجہین جملے نہ استعال ہوتے ہوں۔ ان اکابرین و مصلحین امت کے حالیہ دنوں یہی حال واحوال ہیں اور عوام اور ملک وملت میں ان کی اسی قسم کی شبیہ بنتی جارہی ہے۔ غالباً وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ ان کی ایسی شبیہ بنے اور اللہ کرے ایسی بنے بھی نہیں۔ مگر ان کا عمل وکردار صاف صاف بول رہا ہے کہ وہ اس سطح پر اپنے آپ کو کیوں لا رہے ہیں جس میں نہ ان کا فائدہ ہے نہ ملک وملت وجماعت کا۔ بلکہ اس کے بدترین دور رس اثرات سب کے خلاف مرتب ہوں گے اور لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی کی سنت دہرائی جاسکتی ہے۔ اس وقت امت مسلمہ پر جس طرح کے الزامات دھرے جارہے ہیں اور جس طرح سے بڑی بڑی غلط فہمیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں راہ پالیا ہے کہ اگر مسلمان اپنے تمام وسائل وذرائع کو مخلصانہ طور پر بروئے کار لاکر ان اوھام وخرافات اور الزامات واتہامات کا ازالہ کرنا چاہیں بھی تو ان سب سے نبرد آزما ہوجانا اور اس سے کامیاب وکامران اور بامراد واپس آجانا انتہائی درجہ مشکل کام ہوگا۔ امت مسلمہ قول وکردار کے دونوں جوہروں کو بروئے کار لاتے ہوئے باہم متحد ہوکر دشمنوں کے روز بروز پھیلائے ہوئے غلط پروپیگنڈوں اور گندگیوں کو صاف کرتے رہیں تب ہی ممکن ہے کہ وہ کسی حد تک اپنی پوزیشن صاف کرپائیں اور بنی نوع انسان کو باور کرالے جائیں کہ اسلام ان تمام الزامات واشاعات سے پاک ہے جو اس پر اعداء اسلام روز بروز لگارہے ہیں۔

لیکن موجودہ صورتحال میں جبکہ حالات کا جبر یہ ہے کہ اسلام اور انسانیت کی خاطر سب کا متحد ہوکر جد وجہد کرنا ضروری ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی کوشش اور اتحاد ناممکن الوقوع مرحلہ میں ہے۔ مگر کم از کم ہم مختلف پلیٹ فارموں سے اس طوفان کے رخ کو موڑنے کی سعی مشکور تو کر سکتے ہیں اگر اس میں بھی کوتاہی ہوجائے اور ہزاروں طوفانوں سے آشنائی کے باوجود ہماری بے حسی اور بے غیرتی نہیں جارہی ہے تو کم سے کم ہم اپنے قول وعمل اور حرکت ونقل سے ایسا تو ثبوت فراہم نہ کریں کہ جس سے ہماری شبیہ خود ہمارے اپنوں کے ہاتھوں سے خراب ہوتی رہے اور دنیا اسے دلیل قوی اور برہان قاطع سمجھنے پر مجبور ہو اور اسے گھر کا بھیدی قرار دیا جانے لگے۔ اعدائے اسلام اور اغیار خواہ وہ ہماری حقیقت کو جاننے کے باوجود ہم سے عناد کی بنیاد پر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کر رہے ہوں یا غلط فہمیوں کے شکار ہوں ہر دو صورت میں ان کے سامنے مسلمانوں کی چھوی ایسی نہ بننے پائے جس سے ان کو چاروناچار اور خواہ مخواہ اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں بدگمانی، نفرت، عداوت اور ذلت کا احساس ابھرے اور وہ برملا کہتے پھریں کہ یہ اسلام اور مسلمان ہیں! اور اپنے بھی کہنے پر مجبور ہوں کہ۔

یہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ان حالات میں جن امور سے جلد از جلد اور کم از کم مسلمان فرقوں، جماعتوں، جمعیتوں اور اشخاص وشخصیات خصوصاً علماء وفقہاء کو دور ہوجانا چاہئے وہ یہ ہیں کہ مسلمان ایک دوسرے پر بہتان تراشی، عیب جوئی، الزام تراشی، غیبت اور حسد وکینہ سے فوری طور پر توبہ کریں، دانستہ ونادانستہ طور پر اس طرح

کے مواقف ومباحث سے پرہیز کریں۔اور’’ کونوا عباد اللہ اخوانا‘‘ (مسلم) ’’اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ‘‘ کی عملی تصویر پیش کریں۔نفرت وعداوت کے قدم اگر مبغوض ومردود اور طبعا مسدود ومحذور ہوتے ہوئے بھی اٹھتے ہی رہتے ہیں اور اگر شر اور بدی جو کسی حال میں بھی مقبول نہیں اس کا جادو سر چڑھ کر بول سکتا ہے تو محبت والفت کے قدم جو دوڑنے کے لیے بنائے گئے تھے وہ برق رفتاری سے کیوں نہیں اٹھ سکتے؟ سچائی میں جو اثر آفرینی اور صدق وصفا میں جو پائیداری وقوت ہے وہ کیوں زود اثر نہیں ہوسکتی؟ یوں بھی محبتوں کا عام کرنا ہمارا فرض ہے۔اخوت انسانی وایمانی کو قوت فراہم کرتے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔معروف اور خیر کو پھیلانا ہمارا منصبی فریضہ ہے۔عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھنا بلکہ اسے قائم رکھنا بھی ہمارے دین وایمان کا حصہ ہے۔شہادت حق کا فریضہ بھی ہمیں ادا کرنا ہے۔مظلومین کی دادرسی کے لیے ہم ہی کو ڈیوٹی دی گئی ہے۔ برائی کا بدلہ نیکی سے دینے کی تعلیمات سے ہم ہی مزین کئے گئے تھے۔ہمیں ہی یہ تلقین وتاکید کی گئی تھی اور وہ بے مثال میزان عدل ہمیں بھی عطا کیا گیا تھا جس میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ’’ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ‘‘(فصلت:۳۴) کہ بھلائی اور برائی ہم پلہ نہیں ہوسکتے۔خبردار ہوجاؤ اور یہ نکتۂ حکیمانہ ومومنانہ گرہ سے باندھ لو ،کہیں اور یہ نسخۂ کیمیا اور تحفۂ انمول نہیں مل سکتا کہ بدی اور برائی، گرچہ’’ وَجَزآؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا‘‘ (الشوریٰ:۴۰) ’’جیسے کو تیسا‘‘ کے تحت ہونا ہی ہے، امر طبعی وفطری اور بدیہی ہونے کے باوجود مومن کے شایان شان نہیں اور نہ یہ اس کے مرتبہ ومعیار سے میل کھاتا ہے، نہ اس کی ہستی وحیثیت سے کوئی نسبت رکھتا ہے۔ان کا مقام وشان اس سے کہیں بالا ہے کہ وہ مباح وجواز اور اپنا حق حقوق حاصل کرنے کے نام پر اس سطح پر آجائیں کہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں، بلکہ ان کے بارے میں یہ تصور کرنا ہی بڑی تقصیر ہے کہ وہ برائیوں کا بدلہ برائی سے دے کر مطمئن ہوجائیں۔ان کا شیوہ اور وطیرہ یہ نہیں ہے کہ وہ گندگی کا گندگی سے، دشمنی کا دشمنی سے، نفرت کا نفرت سے اور حقارت کا تحقیر وتذلیل سے جواب دے کر انتہائی چھچھورے، ارذل اور گرے پڑے لوگوں کی طرح دل کی بھڑاس نکالیں اور اس انتقام کی بھٹی میں تپ کر تسکین روح وجان حاصل کریں۔بلکہ ان کا اخلاق وکردار، طبیعت ومزاج ایسا ہے کہ وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ’’ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ‘‘(فصلت:۳۴) بھلائی وبرائی دونوں برابر ہیں ہی نہیں‘‘، تو پھر برائی کا بدلہ برائی سے ایک مرد مومن کیسے دے سکتا ہے؟

معاملہ یہاں برائیوں اور اچھائیوں کے درمیان مقابلہ یا مساوات کا نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف عام حالات میں نیکی کو اپنائے رہنے اور بدی اور برائیوں سے بچتے رہنے کا ہے، بلکہ بدی کے مقابلے میں نیکی اور برائی کے بدلے میں بھلائی اور بدخواہی کے مقابلے میں خیر خواہی کو بھی بدرجہ اولی واتم بجالانے کا ہے، تاکہ تعمیر انسانیت اور حق ودعوت اور نصیحت کا فریضہ ادا کیا جاسکے۔سنو! وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ، اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ‘‘(فصلت:۳۴) ’’نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے دلی دوست‘‘۔

اور یہ بھی باور کرادیا گیا کہ اس میں اگر نفس کا ادنی دخل اور کارفرمائی رہی تو پھر معاملہ بننے کے بجائے مزید بگڑ جائے گا اور وہ لامتناہی فتنۂ وفساد کا ذریعہ بنے گا۔اس لیے ضبط نفس اور صبر ضروری امر ہے جو صبر کرنے والوں اور بڑے نصیبے والوں کو ہی حاصل ہوتا ہے۔’’وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا، وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ‘‘ (فصلت:۳۵) ’’اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پاسکتا‘‘۔

سیرت طیبہ بھی اسی کی تعلیم وتلقین کرتی نظر آتی ہے۔بلکہ اس کی عملی وفعلی اور قولی تفسیر نظر آتی ہے۔آپ ﷺ اپنے جانی دشمنوں سے بھی کبھی بدلہ نہیں لیتے تھے۔ظلم وزیادتی اور بدی اور برائی کا کونسا حربہ اور زور تھا جس کو لوگوں نے آپ کے خلاف نہ آزمایا ہو، لیکن آپ ان تمام مراحل ومواقع پر حسن اخلاق اور خصائل وفضائل اور مکارم کی کامل تصویر بنے رہے۔

دشمن سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا تو بھی اخلاق کی تلوار سے مارا

آپ ہی ﷺ کے بارے میں یہ ارشاد واعلان ہوا تھا’’ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ‘‘ (القلم:۴) ’’اور بے شک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے‘‘ اور یہ خوش خبری وبشارت بھی گوش گزار کی گئی تھی وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔(الانبیاء:۱۰۷) ’’اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے‘‘۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

لہٰذا اس وقت تمام مسلمانوں کو عموما اور علماء وشخصیات، منظمات وجماعات اور جمعیات کو خصوصا ایسی روش سے حذر لازم ہے، جس سے دوسروں پر الزام واتہام لگتا ہو۔

☆☆☆

سنن ونوافل فضائل واحکام

عبدالولی عبدالقوی
داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، الحائط/سعودی عرب

الحمد لله و الصلاة والسلام على رسول الله و أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريک له و أشهد أن محمدا عبده ورسوله و بعد:

نمازیں خواہ فرض ہوں یا نفل اللہ اور بندے کے مابین ایک مضبوط رشتہ استوار کرتی ہیں، یہ گناہوں کے لئے کفارہ، فواحش ومنکرات میں ملوث ہونے سے حفاظت کا سامان اور بروز قیامت عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کی نمازوں اور جملہ امور میں ہمارے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے، آپ ﷺ فرض نمازوں کی پابندی کے ساتھ سنن ونوافل کا غایت درجہ اہتمام فرماتے تھے اور امت کو اس کی ترغیب بھی دیتے تھے کیوں کہ بروز قیامت انھیں سنن ونوافل کے ذریعہ فرائض کی کمی کو پورا کیا جائے گا نیز ان کی پابندی محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں:

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمله صلاته فان صلحت فقد أفلح و أنجح و ان فسدت فقد خاب و خسر فان انتقص من فريضته شيئا قال الرب عز وجل انظروا هل لعبدى من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ثم تكون سائر اعماله على هذا “

بروز قیامت بندہ مسلم سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر وہ درست نکلی تو وہ کامیاب ہوگیا اور اگر خراب نکلی تو وہ ناکام ونامراد ہوگیا اور اگر اس کے فرض میں کچھ کمی رہی تو اللہ رب العزت فرمائے گا دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کچھ نفل نمازیں ہیں؟ تو اللہ رب العزت نوافل سے فرائض کی کمی کو پورا فرمادے گا، پھر تمام تر اعمال کا یہی حال ہوگا۔ (ترمذی ۴۱۳ (صحیح عندالالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ترمذی ۱/ ۲۳۷)

نیز ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور بندہ کا فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور میرا بندہ نفل عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں........ (بخاری ۶۵۰۲)

سنتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنن مؤکدہ (۲) سنن غیر مؤکدہ

(۱) **سنن مؤکدہ**: رسول اللہ ﷺ جو نفل باقاعدگی اور اہتمام کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور انھیں بہت کم چھوڑتے تھے، انھیں سنن مؤکدہ یا سنن راتبہ کہا جاتا ہے۔ سنن مؤکدہ کا پڑھنا انتہائی اہم اور ان کا چھوڑنا مکروہ ہے اور جو برابر چھوڑنے کا عادی ہوجائے، بعض اہل علم کے نزدیک وہ گناہ گار ہے، کیوں کہ برابر چھوڑنا بندہ مسلم کی دینی کمزوری اور لاپرواہی کی دلیل ہے۔ (الملخص الفقہی ص ۱۷۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جو شخص سنن مؤکدہ برابر چھوڑتا رہے، یہ اس کی دینی کمزوری کی دلیل ہے اور امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی گواہی غیر قابل قبول ہے“۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیۃ ج ۲۳/ ۱۲۷)

❁ سنن مؤکدہ کی تعداد: سنن مؤکدہ کی تعداد بارہ رکعت ہے:

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”من صلى اثنتى عشرة ركعة فى يوم و ليلة بنى له بهن بيت فى الجنة “ جو شخص رات ودن میں بارہ رکعت نماز پڑھے اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ (مسلم ۷۲۸)

سنن ترمذی میں اس کی تشریح یوں وارد ہے: ”من صلى فى يوم و ليلة ثنتى عشرة ركعة بنى له بيت فى الجنة أربعا قبل الظهر و ركعتين بعدها و ركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء و ركعتين قبل الفجر “ جو شخص رات ودن میں بارہ رکعت نماز پڑھے اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد، اور دو رکعت فجر سے پہلے۔ (ترمذی ۴۱۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح الترمذی ۱/ ۱۳۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من ثابر على اثنتى عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتا فى الجنة: أربع ركعات قبل الظهر و ركعتين بعدها و ركعتين بعد المغرب و ركعتين بعد العشاء و ركعتين قبل الفجر “ جو شخص بارہ رکعت سنتوں پر ہمیشگی برتے، اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا، چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔ (ترمذی ۴۱۴، ابن ماجہ ۱۱۴۰ (صحیح عندالالبانی) دیکھئے: صحیح ترمذی ۱/ ۲۳۸)

❁ سنت فجر کی خصوصیات:

(۱) سنت فجر جملہ سنن مؤکدہ میں افضل ہے:

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ركعتا الفجر خير من الدنيا و ما فيها “ فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا کی تمام تر چیزوں سے بہتر ہیں۔ (مسلم، صلاۃ المسافرین باب استحباب رکعتی الفجر ۷۲۵)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی نفل کا اس قدر التزام نہیں فرماتے تھے، جس قدر پابندی سے صبح کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (بخاری ۱۱۶۹، مسلم ۷۲۴)

یہ التزام و پابندی اس سنت کی عظمت واہمیت کی غماز ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس سنت کو سفر میں بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: "ولم يكن يدعهما أبدا" کہ آپ ﷺ سنت فجر کی دو رکعتوں کو (حضر وسفر) کبھی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (بخاری، التہجد باب المداومة علی رکعتی الفجر ۱۱۵۹)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سفر میں آپ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صرف فرض پر اکتفا کرتے تھے اور وتر اور سنت فجر کے علاوہ کوئی اور سنت نہیں پڑھتے تھے آپ ان دونوں نمازوں کو حضر وسفر کسی بھی وقت نہیں چھوڑتے تھے"۔ (زاد المعاد ۱/۴۵۶)

(۲) سنت فجر ہلکی پڑھنی مسنون ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"كان رسول الله ﷺ يخفف الركعتين اللتين قبل صلاة الصبح حتى اني لأقول : هل قرأ بأم الكتاب ؟" رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں اس قدر ہلکی پھلکی پڑھتے تھے کہ میں (اپنے دل میں) کہتی، کیا آپ نے سورہ فاتحہ پڑھ لی ہے۔ (بخاری ۱۱۷۱، مسلم ۷۲۴)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی ﷺ سنت فجر انتہائی ہلکی پڑھتے تھے، چوں کہ آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ رات کی نمازیں اور دیگر نوافل لمبی پڑھتے تھے، ان کے مقابل سنت فجر کو ہلکی پڑھتے تھے"۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۹)

شیخ ابن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہلکی پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ دوسری نمازوں کے مقابلہ میں اسے ہلکی پڑھتے تھے، یہ مراد نہیں کہ آپ کوئے کی طرح چونچ مارتے تھے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے"۔ (حاشیۃ ابن قاسم ۲/۲۱۴)

(۳) مسنون ہے کہ سنت فجر کی پہلی رکعت میں ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھا جائے:

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ اور ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھا۔ (مسلم ۷۲۶)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کتنی بار نماز مغرب کے بعد اور نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتوں میں ﴿قل يا ايها الكافرون﴾ اور ﴿قل هو الله أحد﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔ (ترمذی ۴۳۱، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھئے: صحیح ترمذی ۱/۲۴۸)

یا سنت فجر کی پہلی رکعت میں ﴿قولوا آمنا بالله و ما أنزل الينا﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قل يا أهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا ...﴾ پڑھے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سنت فجر کی دو رکعتوں میں ﴿قولوا آمنا بالله و ما أنزل الينا﴾ اور ﴿تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم﴾ پڑھتے تھے۔ (مسلم، صلاۃ المسافرین باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر ......۷۲۷)

(۴) سنت فجر کے بعد دائیں پہلو لیٹ جانا: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دو رکعت سنتیں پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو لیٹ جاتے۔ (بخاری، التہجد باب الضجعة علی الشق الأیمن بعد رکعتی الفجر ۱۱۶۰)

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس مسئلہ میں سب سے درست بات جو کہی گئی ہے وہ یہ ہے جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے: سنت فجر کے بعد لیٹنا اس شخص کے حق میں مسنون ہے جو رات میں تہجد پڑھتا ہو، کیوں کہ اسے آرام کرنے کی ضرورت ہے، لیکن جس کا حال یہ ہو کہ وہ لیٹتے ہی سو جائے گا اور پھر ایک لمبے وقت کے بعد ہی بیدار ہو سکے گا، تو سنت فجر کے بعد لیٹنا اس کے حق میں مسنون نہیں ہے کیوں کہ یہ واجب کے چھوڑنے کا سبب ہوگا"۔ (الشرح الممتع ۴/۱۰۰)

❁ سنت فجر کے بعد فریضہ فجر کے علاوہ کوئی نماز نہیں: ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب فجر طلوع ہوجاتی تو رسول اللہ ﷺ فجر کی ہلکی دو رکعتوں کے سوا کچھ بھی نہ پڑھتے تھے۔ (مسلم ۷۲۳)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سنت فجر اور فریضہ فجر کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھتے تھے، چنانچہ بہت سے لوگوں کا یہ عمل کہ وہ سنت فجر کے بعد نماز فجر کے قائم ہونے تک نوافل پڑھتے رہتے ہیں، سراسر سنت نبوی کے خلاف، بدعت ہے جس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا چاہئے، افضل ہے کہ اس وقت کو قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و اذکار اور دعا میں مشغول رکھا جائے، جو شرعا درست ہیں۔

جیسا کہ فتوی کمیٹی سعودی عرب کے ایک فتوی میں کہا گیا ہے: "اذان فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ کوئی نفل مشروع نہیں ہے اور یہ سنت فجر تحیۃ المسجد کی جانب سے بھی کفایت کرتی ہے، البتہ اگر نمازی نے سنت فجر گھر میں پڑھ لی ہو اور اقامت سے پہلے مسجد پہنچے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے"۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۷/۲۴۳)

❁ سنت فجر کی قضا: جس سے سنت فجر فوت ہوجائے تو اس کی قضا نماز فجر کے بعد یا سورج کے بلند ہونے کے بعد کرلے۔

قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے (حجرہ مبارکہ) سے باہر تشریف لائے، نماز (فجر) کے لئے اقامت کہی گئی، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوکر ہماری جانب متوجہ ہوئے، تو مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو اے قیس! کیا ایک ساتھ دو نمازیں؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتیں نہیں پڑھی تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو کوئی بات نہیں ہے۔ (ترمذی ۴۲۲ (صحیح عند الالبانی)، دیکھئے: صحیح سنن الترمذی ۱/۱۳۳)

قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز فجر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا: صبح کی نماز دو رکعت ہے، تو اس آدمی نے کہا: میں نماز فجر سے پہلے کی دو رکعت سنتوں کو نہیں پڑھ پایا تھا، تو اب میں ان کو پڑھ رہا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (ابو داؤد ۱۲۶۷ (صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۲۳۶ ح ۱۱۲۸)

یا سورج بلند ہونے کے بعد پڑھے: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس**" جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنت) نہ پڑھی ہوں، تو وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ان کو پڑھ لے۔ (ترمذی ۴۲۳ (صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح سنن الترمذی ۱/۱۳۳)

❁ سنن مؤکدہ کا وقت: فرض نماز سے پہلے کی سنت مؤکدہ کا وقت اس نماز کا وقت داخل ہونے سے لے کر فرض کے قائم ہونے تک ہے اور بعد کی سنت مؤکدہ کا وقت فرض نماز کے بعد سے اس نماز کا وقت ختم ہونے تک ہے۔ (الشرح الکبیر ۴/۱۴۷)

مثلا نماز ظہر سے پہلے کی سنت مؤکدہ کا وقت نماز ظہر کا وقت داخل ہونے سے لے کر نماز ظہر کے قائم ہونے تک ہے اور بعد کی سنت مؤکدہ کا وقت نماز ظہر کا وقت ختم ہونے تک ہے۔

❁ **سنن مؤکدہ کی قضا:** جس شخص سے کوئی سنت مؤکدہ فوت ہو جائے اس کے لئے اس کی قضا مسنون ہے، بشرطیکہ وہ سنت مؤکدہ کسی عذر کی بنا پر فوت ہوئی ہو تو وہ شخص اس کی قضا کر لے لیکن اگر اس نے عمدا ترک کر دیا ہو یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا تو اس کی قضا درست نہیں ہے اور اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ (الشرح الممتع ۴/۱۰۲)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات کے آخری حصہ میں آرام کے لئے اترے، ہم بیدار نہ ہو سکے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہو کر فرمایا: ہر شخص اپنی سواری کی نکیل پکڑے (اور آگے بڑھے) کیوں کہ اس جگہ پر شیطان ہے، صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ نے وضو کا پانی منگایا اور وضو کیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر نماز فجر کے لئے اقامت کہی گئی تو نماز فجر ادا کی۔ (مسلم ۶۸۰/۳۱۰)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**يا ابنة أبي أمية ! سألت عن الركعتين بعد العصر ٗانه أتاني أناس من بني عبد القيس بالاسلام من قومهم فشغلوني عن الركعتين اللتين بعد الظهر فهما هاتان**"

اے امیہ کی بیٹی! تو نے مجھ سے نماز عصر کے بعد میرے دو رکعتوں کے پڑھنے کی بابت پوچھا ہے (تو اس کا سبب یہ ہے) کہ میرے پاس بنی عبد القیس کے کچھ لوگ اپنی قوم سے مسلمان ہو کر آ گئے اور نماز ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مجھے مشغول کر دیا، وہی یہ دو رکعتیں ہیں جو میں اب پڑھ رہا ہوں۔ (مسلم ۸۳۴)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر سنن مؤکدہ فوت ہو جائیں، تو ان کی قضا مستحب ہے۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۱۲۷)

مذکورہ دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت فجر اور نماز کے بعد کی دو رکعتوں کی قضا کی، چنانچہ انھیں پر قیاس کرتے ہوئے باقی سنن مؤکدہ کی قضا بھی درست ہے۔

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر بھول یا نیند کی وجہ سے سنن مؤکدہ کا وقت نکل جائے، تو ان کی قضا درست ہے کیوں کہ وہ نبی ﷺ کے اس فرمان کے عموم میں داخل ہیں: "**من نام عن صلاة أو نسيها فليصلها اذا ذكرها**" جو شخص کسی نماز سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو یاد آنے پر اسے پڑھ لے۔

نیز ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی (مذکورہ) حدیث بھی اس امر کے لئے دلیل ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے بعد کی دو سنتوں سے مشغول رہ گئے، تو آپ ﷺ نے نماز عصر کے بعد اس کی قضا کی۔

اور اگر سنن مؤکدہ جان بوجھ کر چھوڑ دے، یہاں تک کہ اس کا وقت فوت ہو جائے، تو اس کی قضا نہیں ہے، کیوں کہ سنن مؤکدہ وقت متعین کے ساتھ مسنون ہیں اور جب بندہ مسلم اس طرح کی عبادات کو جو وقت متعین کے ساتھ مشروع ہوں، جان بوجھ کر اس کے وقت سے نکال دے تو پھر اس کی ادائیگی غیر قابل قبول ہے۔ (مجموع فتاوی محمد بن صالح العثیمین ۱۴/۲۸۳)

(۲) سنن غیر مؤکدہ: یہاں پر کچھ سنتیں ایسی ہیں جو غیر مؤکدہ ہیں، اگر بندہ مسلم انھیں پڑھے تو اس کے حق میں بہتر ہے۔

(۱) عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، قال في الثالثة : لمن شاء**" ہر دو اذانوں (یعنی اذان و اقامت) کے بیچ نماز ہے، ہر دو اذانوں کے بیچ نماز ہے، آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا: جو شخص چاہے۔ (بخاری ۶۲۷، مسلم ۸۳۸)

(۲) ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "**من حافظ على أربع ركعات قبل الظهر و أربع بعدها حرمه الله على النار**" جو شخص نماز ظہر سے پہلے اور اس کے بعد چار رکعت سنتوں کی پابندی کرے، اللہ اس کو جہنم پر حرام کر دے گا۔ (ترمذی ۴۲۸، ابو داؤد ۱۲۶۹ (صحیح عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۲۳۶)

(۳) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"**رحم الله امرءاً صلى قبل العصر أربعاً**" اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے۔ (ابو داؤد ۱۲۷۱، ترمذی ۴۳۰ (حسن عند الالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۲۳۶ ح ۱۱۳۲)

(۴) انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ (مسلم ۸۳۶)

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب مدینہ منورہ میں مؤذن مغرب کی اذان دیتا، تو صحابہ کرام ستونوں کی جانب جلدی کرتے اور دو رکعت پڑھتے، یہاں تک کہ اگر کوئی اجنبی آدمی مسجد میں داخل ہوتا، تو وہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے والوں کی کثرت کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز ختم ہوگئی ہے۔ (بخاری ۶۲۵، مسلم ۸۳۷، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صلوا قبل صلاة المغرب، قال في الثالثة : لمن شاء" آپ ﷺ نے دو بار فرمایا: نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو، آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا: جو چاہے۔ (بخاری، التہجد باب الصلاۃ قبل المغرب ح ۱۱۸۳)

✿ فرض اور نفل کے مابین گفتگو یا جگہ تبدیل کرکے فرق کیا جائے: مسنون ہے کہ نمازی فرض اور نفل کے درمیان گفتگو یا جگہ تبدیل کرکے فرق کرے۔

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: جب تم جمعہ کی نماز پڑھو تو تم اس کو کسی نماز سے نہ ملاؤ، یہاں تک کہ گفتگو کرلو یا اس جگہ سے دوسری جگہ نکل جاؤ، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کا حکم دیا اور فرمایا: "أن لا توصل صلاة بصلاة حتى نتكلم أو نخرج" کسی نماز کو کسی نماز کے ساتھ نہ ملایا جائے، یہاں تک کہ ہم گفتگو کرلیں یا اس جگہ سے دوسری جگہ نکل جائیں۔ (مسلم ۸۸۳)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مستحب ہے کہ نوافل کی ادائیگی کے لئے فرض کی جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجایا جائے، افضل تو یہ ہے کہ گھر منتقل ہوجایا جائے، (اور وہاں پر سنت ادا کی جائے) ورنہ مسجد ہی میں دوسری جگہ منتقل ہوجایا جائے تاکہ بندہ مسلم کے سجدہ کی جگہیں زیادہ ہوں اور نفل فرض سے جدا ہو جائے"۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۱۸۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نفل و فرض کے درمیان فرق کرنا مسنون ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور عوام الناس کے اس فعل سے گریز کیا جائے کہ وہ سلام کو سنت کی دو رکعتوں کے ساتھ ملا دیتے ہیں، یہ نبی ﷺ کی ممانعت کی خلاف ورزی ہے"۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیۃ ۲۴/۲۰۲)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أيعجز أحدكم أن يتقدم أو يتأخر أو عن يمينه أو عن شماله في الصلاة" کیا تم میں سے کوئی شخص عاجز ہے کہ وہ (فرض سے فارغ ہوکر) اپنی نفل نماز میں تھوڑا سا آگے یا پیچھے یا دائیں یا بائیں ہوجائے۔ (ابوداؤد ۱۰۰۶، ابن ماجہ ۱۴۲۷ (صحیح عندالالبانی رحمہ اللہ) دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۱۸۸)

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں: "اس حدیث میں دلیل ہے کہ اسی جگہ پر نفل پڑھنا مناسب نہیں ہے جہاں پر فرض پڑھا تھا بلکہ تھوڑا سا آگے، پیچھے یا دائیں بائیں ہو جائے"۔ (عون المعبود ۳/۲۲۸)

✿ سنن و نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے: وہ سنن و نوافل جن کے لئے جماعت مشروع نہیں ہے، ان کا گھر میں پڑھنا افضل ہے، لیکن جن کے لئے جماعت مشروع ہے مثلا نماز تراویح، تو ان کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فصلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة" اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، کیوں کہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ (بخاری ۷۳۱، مسلم ۷۸۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اجعلوا من صلاتكم في بيوتكم و لا تتخذوها قبورا" اپنی بعض (نفل) نمازیں گھروں میں پڑھ لیا کرو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ (مسلم ۷۷۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم گھروں کو (نفل) نماز، دعا اور قرآن کریم کی تلاوت سے ویران نہ کرو کہ وہ قبرستان کی طرح ہوجائیں"۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ۲/۶۵۷)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم گھروں میں (نفل) نماز پڑھو اور اس کو قبرستان کی طرح نمازوں سے ویران نہ بناؤ"۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۷۳)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر سے پہلے میرے گھر میں چار رکعت پڑھتے تھے، پھر نکلتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر گھر میں آتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے، پھر گھر میں آتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کو عشاء پڑھا کر گھر میں آتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مسلم ۷۳۰)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ سنن و نوافل کو گھر میں ادا فرماتے تھے، الا یہ کہ کوئی رکاوٹ حائل ہوجائے، جس طرح آپ ﷺ کا طریقہ تھا کہ فرائض مسجد میں ادا کرتے تھے الا یہ کہ سفر، بیماری وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں جانے سے رکاوٹ پیدا ہوجائے"۔ (زاد المعاد ۱/۲۹۸)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے نفل نمازوں کے گھر میں ادا کرنے کی ترغیب اس لئے فرمائی ہے تاکہ عبادت لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ، ریا و نمود سے دور اور عمل کو برباد کردینے والی چیزوں سے محفوظ ہو، نیز ان عبادات سے گھر میں خیر و برکت پیدا ہو، رحمت الہی اور فرشتوں کا نزول ہو اور شیطان اس گھر سے بھاگ جائے"۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۳/۷۴)

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فرض نمازوں کے اہتمام کے ساتھ سنن نوافل کے پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

غلط ترجیح

محمد ثناء اللہ عمری، ایم اے عثمانیہ

اسلام نے اپنے احکام کی بنیاد اس قرآنی اصول پر رکھی ہے۔ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ”(حشر:۷) اور پیغمبر خدا جس چیز کا تمہیں حکم دیں اسے قبول کرلو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ اور خدا سے ڈرو، بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

احکام کی دو قسمیں ہیں، اوامر اور نواہی، احکام کی تعمیل کا مطلب اوامر کا بجالانا اور نواہی سے بچنا ہے، کون سے کام اچھے ہیں اور اس لیے کرنے کی ضروری ہیں اور کون سے کام برے ہیں۔ اور اس لیے ان سے پرہیز لازمی ہے، حضور اکرم ﷺ نے واضح فرمادیے ہیں، مندرجہ بالا آیت میں رسول ﷺ کے شارع ہونے کی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے قول و عمل میں ترک و اختیار کا جو حق حاصل ہے وہ تمام تر شارع علیہ السلام کی دی ہوئی ہدایات کے اندر محدود ہے، اس سے سرمو انحراف نہیں ہوسکتا، سورہ احزاب میں قطعی طور پر فرمادیا۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (۳۶)

اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کرچکے ہوں تو (کسی مومن مرد یا عورت کو اپنے کسی معاملے میں کوئی اختیار نہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا کھلی گمراہی میں مبتلا ہوجائے گا۔ ترک و اختیار کی ان حد بندیوں نے کچھ معیار مقرر کردیے ہیں، کچھ باتیں ایسی ہیں جنہیں اختیار کرنا ضروری ہے، کچھ ایسی ہیں جن سے اجتناب لازمی ہے۔ یہ گویا دو الگ الگ فہرستیں یا کالم ہیں، ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا الٹ پلٹ نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی کاٹ چھانٹ کی گئی، برائی کی جگہ بھلائی رکھ دی گئی یا بھلائی کے بجائے برائی اختیار کرلی گئی تو یہ جسارت نرم سے نرم الفاظ میں غلط ترجیح قرار پائے گی۔

قرآن پاک کی صراحت کے مطابق یہ روش اہل نفاق کی ہے، اہل ایمان کی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ سورہ توبہ میں وضاحت کی ہے: ”اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَھُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ”(التوبہ:۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں، اچھی باتوں سے روکتے ہیں اور (راہ حق میں خرچ کرنے سے) اپنی مٹھیاں بند رکھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بھی اللہ کے حضور بھلا دیئے گئے (یعنی جو اس کی طرف سے غافل ہوجاتا ہے اس کے قوانین فضل و سعادت بھی اسے بھلا کر چھوڑ دیتے ہیں) بلا شبہ یہ منافق ہی ہیں جو (دائرہ حق سے) باہر ہوگئے ہیں۔ اہل نفاق کی اس روش میں اہل کتاب بھی شریک تھے، ان سے کہا جاتا کہ دین اسلام قبول کرلو تو کہتے تھے ہمیں اپنا ہی دین عزیز ہے، کمال یہ کہ خود اپنے دین پر بھی عمل پیرا نہیں تھے، وہ دین جس کی تصدیق خود قرآن کررہا تھا۔ سورہ بقرہ میں ان کی انہی ٹال مٹول کی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

”وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰہِ مِنْ قَبْلُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ”(سورہ بقرہ:۹۱)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے جو کچھ خدا نے اتارا ہے اس پر ایمان لاؤ، تو کہتے ہیں ہم تو صرف وہی بات مانیں گے جو ہم پر اتری ہے (یعنی) اس کے سوا جو کچھ ہے اس سے انہیں انکار ہے، حالانکہ وہ خدا کا سچا کلام ہے جو ان کی کتاب کی تصدیق کرتا ہوا نازل ہوا ہے۔ اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے کہو ”اچھا اگر واقعی تم (اپنی کتاب پر) ایمان رکھنے والے ہو (اور قرآن کی دعوت صرف اس لیے انکار کرتے ہو کہ تورات پر ایمان رکھنے کے بعد اس کی ضرورت نہیں) تو پھر تم نے پچھلے وقتوں میں خدا کے نبیوں کو کیوں قتل کیا (جو تمہیں تورات پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے) اور کیوں ایمان کی جگہ انکار و سرکشی کی راہ اختیار کی؟

اہل کتاب کے بعد اہل کفر کے متعلق بھی قرآن پاک کی گواہی یہی ہے۔ سورہ بقرہ ہی میں فرمایا: ”وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ”(۱۷۰)

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو ہدایت نازل کی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں نہیں، ہم تو اسی طریقہ پر چلیں گے جس پر اپنے بڑے بوڑھوں کو چلتے دیکھ رہے ہیں، کوئی ان لوگوں سے پوچھے اگر تمہارے بڑے بوڑھے عقل سے کورے اور ہدایت سے محروم رہے ہوں تو تم بھی عقل و ہدایت سے انکار کردو گے؟

اہل کتاب کا یہ حیلہ تھا کہ ان کی اپنی کتاب ان کے لیے کافی ہے، اہل کفر کا عذر یہ ہے کہ آبائی تقلید انہیں پیاری ہے، قرآن پاک نے سورہ لقمان، سورہ زخرف وغیرہ

میں بھی اہل کفر کا یہ عذر لنگ نقل کیا ہے اس کے برخلاف اہل ایمان کا شعار یہ بتایا ہے کہ وہ بلا تامل اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہوجاتے ہیں اور اس کے اوامر پر کاربند اور نواہی سے مجتنب رہتے ہیں، بلکہ اوروں کو بھی نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے رہتے ہیں، یہ ان کا شعار بھی ہے اور فرض منصبی بھی۔ امت مسلمہ کا یہ منصب قرآن حکیم کے بے شمار مقامات پر واضح کیا گیا ہے، مثلاً سورہ توبہ میں فرمایا:

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ، اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ" (توبہ:۷۱) اور جو مرد اور عورتیں مومن ہیں، تو وہ سب ایک دوسرے کے کارساز و رفیق ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم رکھتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور ہر حال میں) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، سو یہی لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحمت فرمائے گا۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

قرآن مختلف پیرایوں میں صحیح قدروں کی پامالی اور غلط اقدار کی ترجیح سے روکتا اور اس رویہ کی مذمت کرتا ہے، اس لیے اس غلط انتخاب کے لیے استحباب، ایثار، ارادہ، اخذ رضا وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں، سورہ حم سجدۃ" کا یہ استعارہ کس قدر بلیغ ہے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (حم سجدہ:۱۷)

اور باقی رہی قوم ثمود تو اسے بھی ہم نے راہ (حق) دکھلادی تھی لیکن اس نے ہدایت کی راہ چھوڑ کر اندھے پن کا شیوہ پسند کیا۔ بس انہیں ان کی اپنی بدکاریوں کی پاداش میں سراپا ذلت کے عذاب نے آدبوچا۔

راہ راست سے بھٹک جانا ایسی بات ہے جو اندھے پن سے مشابہت رکھتی ہے، قوم ثمود کے لوگ اندھوں سے بھی گئے گذرے ہوگئے تھے، کیونکہ آنکھ کا اندھا دیکھ نہیں پاتا، اس لیے بھٹک سکتا ہے، مگر ان کی آنکھیں اندھی نہیں تھیں، عقل اوندھی تھی، اسی بنا پر اللہ کی ہدایت آنے کے باوجود گمراہی پر مصر رہے، اندھے کو کسی کی مددگاری منزل مقصود پر پہنچادے سکتی ہے، مگر ان عقل کے ماروں نے تو گمراہ رہنے کی قسمیں کھالی تھیں، اسی لیے اللہ کی ہدایت اور دستگیری بھی کام نہ دے سکی اور وہی کچھ پیش آیا جو ان کے اپنے اعمال کا پھل تھا۔

ہدایت کے آجانے کے بعد ضلالت پر اصرار کرنا اور ایمان کے بعد کفر و انکار کی راہ اختیار کرنا اور اس پر قائم رہنا صریحاً اندھا پن اور غلط ترجیح ہے، سورہ نحل میں ارشاد ہوتا ہے: "مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ" (سورہ نحل:۱۰۶-۱۰۷)

جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔

ایمان کو خیر باد کہہ کر کفر کو اختیار کرلینا بڑا جرم ہے کہ مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ نہ خود اس کے ارتکاب کا تصور کریں اور نہ خویش و اقارب ایسا نامعقول رویہ اختیار کرلیں تو ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھیں، دنیا کے سارے خونی رشتے اور مالی و تجارتی منفعتیں اللہ کے لیے بے دریغ نثار ہوجانی چاہئیں، چنانچہ سورہ توبہ میں یہ حکم دیا جارہا ہے۔ "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ" (توبہ:۲۳-۲۴)

مسلمانو! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو عزیز رکھیں تو انہیں اپنا رفیق و کارساز نہ بناؤ اور جو کوئی بنائے گا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو (اپنے اوپر) ظلم کرنے والے ہیں!

(اے پیغمبر!) مسلمانوں سے کہہ دو اگر ایسا ہے کہ تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے، تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو، تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں اس قدر پسند ہیں، یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے، اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو (کلمۂ حق تمہارا احتیاج نہیں) انتظار کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ (کا مقررہ قانون ہے کہ وہ) فاسقوں پر (کامیابی و سعادت کی) راہ نہیں کھولتا!

یہی مضمون سورہ مجادلہ میں ایک صورت واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ نے جس ایثار و قربانی کا حکم دیا تھا، مسلمانوں نے اس کی حرف بحرف تعمیل کی، وہ حق کی خاطر ابولہب اور ابوجہل جیسے عالی نسب مگر سرکش سرداران قریش سے کٹ گئے اور حق ہی کے عشق میں بلال حبشی، سلمان فارسی اور صہیب رومی جیسے غلاموں مگر اللہ کے اطاعت گزاروں کو بے تکلف اپنی برادری میں شامل کرلیا۔ چونکہ یہ منزل طے ہوچکی تھی اس لیے یہ نہیں کہا کہ ایسا ہونا چاہئے بلکہ بیانیہ انداز میں صراحت کی کہ ایسا ہی

ہے،اس کے برعکس نہیں،آیت ملاحظہ ہو:"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْاَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ،اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ،وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ،اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ،اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"(سورہ مجادلہ:۲۲)

جولوگ اللہ پراور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں،آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہوں،جواللہ اوراس کے رسول کے خلاف ہیں،گووہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو،یہی وہ راست باز انسان ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا اوراپنی روح نصرت وفتح مندی سے ان کی مدد کی (پس خوف وہراس اورنا کامی ونامرادی ان کے لیے نہ رہی) وہ ان کو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کرے گا،وہاں باغ وچمن کا دائمی عیش ہے،اورنہروں کی روانی کا نظارہ راحت،اللہ ان سے راضی ہوااوروہ اللہ سے راضی ہوئے،یہ اللہ کی جماعت ہےاوریقین کروکہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔

جنگ وجہاد کے لیے نفیر عام ہوتو مسلمانوں کو زیبا نہیں کہ گھروں میں بیٹھے رہیں،یہ دین وملت کے دفاع کا وقت ہےاور جان فروشی کا امتحان،اے اہل ایمان اس امتحان سے جی نہ چرائیں،دنیوی زندگی پر فریفتہ ہوکر اخروی زندگی فراموش نہ کردیں،پھر وقت کیسا آپڑا ہے۔یہ صرف مٹھی بھر مسلمانوں کی مادی موت وحیات کا معاملہ نہیں ہے،یہ تو اللہ کے دین،ایک اصول زندگی،ایک نظام حیات کے بقاء وفنا کا سوال ہے،جس شریعت کی حفاظت کے لیے دست قدرت نے انہیں چن لیا ہے،کیا مسلمان اس کے تقاضوں سے آنکھیں بند کئے بیٹھے رہیں؟ ایک مسلمان کی پسند اور ناپسند کا معیار کیا ہو؟ کیا وہ عارضی لمحات کو ترجیح دے؟ اوردائمی زندگی کو بھول جائے؟ سورہ توبہ میں فرمایا:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ،اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ،فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ"(سورہ توبہ:۳۸)

مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے،اللہ کی راہ میں قدم اٹھاؤ تو تمہارے پاؤں بوجھل ہوکر زمین پکڑ لیتے ہیں،کیا آخرت چھوڑ کر صرف دنیا کی زندگی ہی پر الجھ گئے ہو؟ (اگر ایسا ہی ہے) تو (یاد رکھو) دنیا کی زندگی کی متاع تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے مگر بہت تھوڑی!

قرآن پاک نے یہ مضمون دہرا دہرا کر بیان کیا ہے کہ گو دنیا کی متاع مختصر اور عارضی ہے مگر ایک دنیا اسی پر ٹوٹی پڑتی ہے،اوراگرچہ آخرت اوراس کی نعمتیں بے پایاں اوردائمی ہیں مگر دنیا انہیں اولیت نہیں دیتی،عہد نبوی کے مسلمان متاع آخرت کے لیے دنیا اوردنیا کی ساری دلفریبیوں سے دست بردار ہوچکے تھے،تاہم جہاں ہلکی سی لغزش بھی ہوئی فوراً تنبیہ کردی گئی!

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ایک سریہ میں شریک تھے،ایک شخص پر تلوار اٹھائی تواس نے کلمہ پڑھا،تاہم اسامہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کردیا،آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کواطلاع ملی،اس قتل پر غمگین اورقاتل سے ناراض ہوئے۔اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول ﷺ! تلوار اس کے سر پر پہنچ چکی تھی،ڈر کے مارے اس نے کلمہ پڑھا تھا،مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اسامہ! تم اللہ کو کیا جواب دوگے،جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خونی چادر میں لپٹا ہوا باری تعالیٰ سے فریاد کرے گا،اسامہ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اتنے رنج والم سے دہرائی کہ میں خواہش کرنے لگا کہ کاش! آج کے دن سے پہلے میں مسلمان نہ ہوا تھا۔

روایت ہے کہ مقتول کا نام مرداس ابن عفیک تھا،اس موقع پر سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوتی۔"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا،تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا،فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ،كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا،اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا"(النساء:۹۴)

مسلمانو! جب ایسا ہو کہ تم اللہ کی راہ میں (جنگ کے لیے) باہر جاؤ تو چاہئے کہ (جن لوگوں سے مقابلہ ہوان کا حال) اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو (کہ وہ دشمنوں میں سے ہیں یا دوستوں میں سے ہیں) جو کوئی تمہیں سلام کرے (اوراپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے) تو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو (ہم تم سے ضرور لڑیں گے) کیا تم دنیا کے سروسامان زندگی کے طلب گار ہو (کہ چاہتے ہو جو کوئی بھی ملے اس سے لڑ کر مال غنیمت لوٹ لیں؟) اگر یہی بات ہے تو اللہ کے پاس تمہارے لیے بہت سی (جائز) غنیمت موجود ہیں (تم ظلم ومعصیت کی راہ کیوں اختیار کرو؟) تمہاری حالت بھی تو پہلے ایسی ہی تھی اور (بجز کلمۂ اسلام کے اسلام کا اور کوئی ثبوت نہیں رکھتے تھے) پھر اللہ نے تم پر احسان کیا (کہ تمام باتیں اسلامی زندگی کی حاصل ہوگئیں) پس ضروری ہے کہ (لڑنے سے پہلے)،لوگوں کا حال تحقیق کرلیا کرو،تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے!

جنگ بدر میں مسلمانوں کی جیت ہوئی،بہت سے قیدی ہاتھ آئے،کچھ مدت بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ان قیدیوں کے بارے میں صلاح و مشورہ فرمایا،حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہیں تہ تیغ کردیا جائے،ہر مسلمان اس قیدی کو قتل کرے جواس سے خونی قرابت رکھتا ہو،علی عقیل کی گردن ماردیں،حمزہ عباس

کا سر اڑا دیں اور فلاح شخص جو میرا اعزیز ہے اس کا کام میں تمام کردوں۔ آنحضور نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند فرمائی اور اسی پر عمل بھی ہوا، اس موقع پر سورۂ انفال کی یہ آیت نازل ہوئی۔ جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ''(سورہ انفال:۶۷)

نبی کے لیے سزاوار نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی ہوں جب تک کہ ملک میں غلبہ حاصل نہ کرلے(مسلمانو!) تم دنیا کی متاع چاہتے ہو اور اللہ چاہتا ہے (تمہیں) آخرت (کا اجر دے) اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔

سورہ زخرف میں فرمایا، دنیوی زندگی کی زیب وزینت اپنی جگہ درست، مگر نیکو کاروں کے لیے دائمی نعمت آخرت ہے:"وَزُخْرُفًا وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ "(زخرف:۳۵)

(یہ تو مثال کے لیے چاندی کی قید لگائی گئی، سمجھ لو کہ چاندی نہیں) بلکہ یہ سب کچھ خالص سونے ہی کا بنا دیا جاتا ہے، لیکن پھر یہ تمام ساز وسامان اس دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں اور آخرت کی کامیابی تو اللہ کے پاس صاحبان اتقاء وحق کے لیے ہے۔

سورہ قیامہ میں بھی اسی غلط ترک وترجیح کا ذکر کیا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ(القیامۃ:۲۰-۲۱)

ہرگز نہیں، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ جلد حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔

یہ حقیقت سورہ دہر میں بھی دہرائی ہے:''اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ''(الدھر:۲۷)

یہ لوگ تو جلد حاصل ہونے والی چیز (دنیا) سے محبت رکھتے ہیں اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے اسے نظرانداز کردیتے ہیں: سورہ اعلیٰ میں فرمایا: بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ''(الاعلیٰ:۱۶-۱۷)

مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔

سورہ الضحیٰ میں فرمایا۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ:۴)

اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔

سورہ نازعات میں فریقین کے اعمال کے ساتھ ان کے نتائج بھی واضح کردیئے ہیں۔فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى''(۳۷-۴۱)

پس جو شخص سرکش ہوا، اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو اس کا ٹھکانا صرف جہنم ہے لیکن جو شخص خدا سے ڈرا اور اپنے دل کو ان نفسانی خواہشوں سے روکا جو ظلم وتمرد اور طغیان وفساد کی طرف لے جاتی ہیں تو اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

قرآنی تعلیمات کی رو سے یہ کوئی غلط بات نہیں ہے کہ انسان دنیا کے ساتھ آخرت کا اور آخرت کے ساتھ دنیا کا طالب ہو۔ جنگ احد میں نبی اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی، جاں نثاروں کے دل بیٹھ گئے کہ اب کس کے لیے لڑیں، مالک دوجہاں کے دربار سے وحی آئی کہ تمہاری جاں نثاریاں پیغمبر اسلام کے لیے نہیں ہیں، دین اسلام کے لیے ہیں اور ہونی چاہئیں، یہ دنیا کا نہیں، آخرت کا سودا ہے، اور یہی سودا ہے جسے ایک مسلمان کے سر میں سمانا چاہئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۵)

اور جو کوئی دنیا کے فائدے پر نظر رکھتا ہے ہم اسے دنیا میں سے دیں گے، جو کوئی آخرت کے ثواب پر نظر رکھتا ہے) اسے آخرت کا ثواب ملے گا، ہم (نعمت حق کے) شکرگزاروں کو ان کی نیک عملی کا اجر ضرور دیں گے۔

سورہ شوریٰ میں بھی یہ مضمون ایک تمثیلی پیرائے میں بیان ہوا ہے اور صراحت کردی ہے کہ جو بدنصیب دنیا پر قناعت کرلیتے ہیں وہ آخرت میں نامراد ہی رہیں گے۔مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (الشوریٰ:۲۰)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں، دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

یہی مضمون تفصیل سے سورہ بنی اسرائیل میں بھی آیا ہے۔مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل:۱۸-۲۱)

اور جو کوئی فوری فائدہ (اسی دنیا میں) چاہتا ہے تو جس کسی کو ہم نے دینا چاہیں اور جتنا دینا چاہیں اسی دنیا میں دے دیتے ہیں، پھر آخرکار اس کے لیے جہنم بنادی ہے، اس میں داخل ہوگا، بدحال ٹھکرایا ہوا!

لیکن جو کوئی آخرت کا طالب ہو اور اس کے لیے جیسی کچھ کوشش کرنی چاہئے

ویسی کوشش کی، نیز ایمان بھی رکھتا ہے تو (اس کے لیے دائمی کامیابیاں ہیں اور) ایسے ہی لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہوگی۔ ہم ہر فریق کو اپنی پروردگار کی بخشائشوں سے (دنیا میں) مدد دیتے ہیں، ان کو بھی (کہ صرف دنیا ہی کے پیچھے پڑ گئے) اور ان کو بھی (کہ آخرت کے طالب ہوئے اور راہِ حق پر چلے) اور (اے پیغمبر!) تیرے پروردگار کی بخشش عام کسی پر بند نہیں! دیکھو! ہم نے کس طرح (یہاں) بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر برتری دے دی ہے (کہ کوئی کسی حال میں نظر آتا ہے، کوئی کسی میں) اور حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے درجے سب سے بڑھ کر ہیں اور سب سے برتر۔

اس سلسلہ میں قرآن حکیم نے جس موقف کی مذمت کی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور دنیا کی عارضی عیش وعشرت کی اخروی زندگی کی ابدی نعمتوں پر ترجیح دے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے بارے میں سورہ اعراف میں فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّ رِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُلَنَا وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّايَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَافِيْهِ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (الاعراف:۱۶۹)

پھر ان لوگوں کے بعد ناخلفوں نے ان کی جگہ پائی اور کتاب الٰہی کے وارث ہوئے وہ (دین فروشی کرکے) اس دنیائے حقیر کی متاع (بے تامل) لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں ''اس کی تو ہمیں معافی مل ہی جائے گی''۔ اور اگر کوئی متاع انہیں اس طرح (فریق ثانی سے) ہاتھ آجائے تو اسے بھی بلا تامل لے لیں، کیا ان سے کتاب میں کچھ عہد نہیں لیا گیا ہے کہ خدا کے نام سے کوئی بات کہیں مگر وہی جو سچ ہو اور کیا جو کچھ کتاب میں حکم دیا گیا ہے وہ پڑھ نہیں چکے ہیں؟ جو متقی ہیں ان کے لیے آخرت کا گھر (دنیا اور دنیا کی خواہشوں سے) کہیں بہتر ہے (وہ دنیا کے لیے اپنی آخرت تاراج کرنے والے نہیں (اے علمائے یہود!) کیا اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آتی؟

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا خزینہ دار ہے، جو کچھ اور جتنا کچھ کسی کو ملتا ہے اسی کے فیض کرم کا نتیجہ ہے، جب یہ بات ہے تو یہ کتنی بڑی بھول اور نادانی ہوگی کہ انسان صرف دنیوی آشائشوں کا طالب ہو، دونوں جہانوں کا مالک اپنی مخلوقات کو دنیا وآخرت دونوں جگہ نہال کرسکتا ہے بشرطیکہ طلب وسعی بھی دونوں کے لیے ہو، چنانچہ سورہ نساء میں صراحت کی۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (النساء:۱۳۴)

اور جو شخص دنیا کی بہتری کا طالب ہے اس سے کہہ دو کہ صرف دنیا ہی کے لیے کیوں ہلاک ہوتا ہے؟ حالانکہ خدا تو دنیا وآخرت دونوں کی بہتری دے سکتا ہے، وہ خدا کے پاس آئے اور آخرت کے ساتھ دنیا کو بھی لے۔

سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ صرف دنیوی بھلائی کے خواہاں ہوتے ہیں، انہیں آخرت میں نامرادی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرہ:۲۰۰) اور پھر (دیکھو!) کچھ لوگ تو ایسے ہیں (جو صرف دنیا ہی کے پجاری ہوتے ہیں اور جن کی صدائے حال یہ ہوتی ہے کہ ''خدایا! جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دے، بس آخرت کی زندگی میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوتا!

معاً وہ دعا بھی درج کردی ہے جو مومنوں کی زبانوں پر طاری ہوتی ہے، اور ساتھ ہی اس جامع دعا کی قبولیت کا مژدہ بھی سنایا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (البقرہ:۲۰۱-۲۰۲)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو (دنیا وآخرت دونوں کی فلاح چاہتے ہیں وہ) کہتے ہیں ''خدایا! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا تو یقین کرو ایسے ہی لوگ ہیں جنہیں ان کے عمل کے مطابق (دنیا وآخرت کی، فلاح میں حصہ ملتا ہے، اور اللہ (کا قانون) اعمال کی جانچ میں سست رفتار نہیں (وہ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق فوراً نتیجہ دے دینے والا ہے''۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

(اقبال)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

پیارے رسول کی پیاری باتیں

محمد فاروق محمد الیاس سلفی بلرامپوری
9628718190

فرمان رسول ہے: نضر الله عبدا سمع مقالتی فوعاها ثم بلغها عنی یعنی اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور پھر اسے میری طرف سے آگے پہنچا دیا۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۶۷۶۵)

اس فرمان نبوی کی بنا پر پیارے رسول کے چند ارشادات قارئین کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین

(۱) خیرکم من تعلم القرآن وعلمه تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے۔ (صحیح بخاری: ۵۰۲۷)

(۲) لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا جو چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا ادب واحترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (جامع ترمذی: ۱۹۱۹)

(۳) لا یدخل الجنة نمام چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مسلم: ۱۰۵)

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح بخاری: ۱۰)

(۵) تهادوا وتحابوا ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو اس سے آپس میں محبت بڑھے گی۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۳۰۰۴)

(۶) من لم یشکر الناس لم یشکر الله جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں۔ (جامع ترمذی: ۱۹۵۵)

(۷) ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (البخاری فی الادب المفرد، ابوداؤد، صحیح الجامع الصغیر ۸۹۶)

(۸) اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامة تم ظلم سے بچو یقیناً ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۷۸)

(۹) من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعه جو اپنے بھائی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے فائدہ پہنچائے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۶۹)

(۱۰) رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیها فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے بہتر ہیں۔ (صحیح مسلم: ۷۲۵)

(۱۱) کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظیم دو کلمے زبان پر بہت ہلکے ہیں میزان میں (از روئے ثواب) بہت بھاری ہیں اور رحمٰن کو پسند ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم (صحیح بخاری: ٦٦٨٢)

(۱۲) سباب المسلم فسوق وقتاله کفر مسلمان کو گالی دینا فسق و فجور کا کام ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۰۴۴)

(۱۳) آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعده اخلف واذا تمن خان یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور امانت دی جائے تو خیانت کرے۔ (صحیح بخاری: ۳۳)

(۱۴) لا یومن أحدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه یعنی تم میں سے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۳)

(۱۵) من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیقل خیرا اولیسکت یعنی جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ (صحیح مسلم: ۴۸)

(۱۶) ان الله لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے اموال کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۴)

(۱۷) یا ایها الناس توبوا الی الله فانی اتوب الی الله فی الیوم مائة مرة یعنی اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرو۔ میں اللہ کے حضور دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲۷۰۲)

(۱۸) اتقوا النار ولو بشق تمرة یعنی جہنم کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کو صدقہ وخیرات کر کے بچ سکو۔ (صحیح بخاری: ۱۴۱۷)

(۱۹) من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیصل رحمه یعنی جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی (رشتہ داروں سے

اچھا سلوک) کرے۔(صحیح بخاری:۶۱۳۸)

(۲۰)لا یستر عبد عبدا فی الدنیا الا ستره الله یوم القیامة یعنی جو بندہ دنیا میں کسی بندے کی پردہ پوشی کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ضرور اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔(صحیح مسلم:۲۵۹۰)

(۲۱)الدعاء لا یرد بین الأذان والاقامة یعنی اذان واقامت کے درمیان دعاءرد نہیں ہوتی۔(جامع ترمذی:۳۵۹۵)

(۲۲)اتق دعوة المظلوم فانها لیس بینها وبین الله حجاب یعنی مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ (اس کی) دعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ اور پردہ نہیں ہے۔(صحیح بخاری:۱۴۹۶)

(۲۳)نعمتان مغبون فیها کثیر من الناس الصحة والفراغ یعنی دونعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے:صحت اور فراغت(صحیح بخاری:۶۴۱۲)

(۲۴)احب الاعمال الی الله ادومها وان قل یعنی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو پابندی سے کیا جائے چاہے وہ تھوڑا ہی ہو۔(صحیح مسلم:۷۸۳)

(۲۵)من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله یعنی جس نے کسی بھلائی پر کسی کی رہنمائی کی تو اسے بھی اس شخص کی مثل اجر ملے گا جو اس بھلائی کرنے والے کو ملے گا۔(صحیح مسلم:۱۸۹۳)

(۲۶)من یسر علی معسر یسر الله علیه فی الدنیا والآخرة یعنی جو کسی تنگ دست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا وآخرت میں آسانی فرمائے گا۔(صحیح مسلم:۲۶۹۹)

(۲۷)من ستر مسلما ستره الله فی الدنیا والآخرة یعنی جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔(صحیح مسلم:۲۶۹۹)

(۲۸)من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین یعنی جس نے کسی کی بالشت بھر زمین پر ناحق قبضہ کیا (قیامت کے روز) سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔(صحیح بخاری کتاب المظالم)

(۲۹)کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون یعنی تمام انسان خطا کار ہیں لیکن سب سے بہتر خطا کار وہ ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں جھک کر توبہ کر لیتے ہیں۔(جامع ترمذی:۲۴۹۹)

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر %50 کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون:011-23273407، فیکس:011-23246613

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل

ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی
Mob. 8285162681

بلاشبہ ایک انسان کی زندگی میں والدین اونچا مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ وہی دونوں ایک انسان کے لئے عدم سے وجود میں آنے کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں۔ وہی دونوں اپنا ہر طرح کے سکھ چین اور آرام وسکون کو چھوڑ کر اپنے بچوں کو پالتے ہیں۔ والدین ہی ایک انسان کو ہر طرح کے ناز ونعمت میں پروان چڑھاتے ہیں۔ والدین بھوک کو برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے بچے بھوکے ہوں تو انہیں کسی بھی طرح سے سکون وقرار نصیب نہیں ہوتا ہے۔ والدین ایک بچہ کی پرورش وپرداخت اور تعلیم و تربیت کس قدر محنت ولگن اور توجہ وانہماکیت سے کرتے ہیں کہ اس کا حق کسی بھی صورت میں کوئی بچہ ادا نہیں کر سکتا۔ ایک والدہ نو ماہ تک ہر طرح کی پریشانیوں کو جھیل کر اپنے پیٹ میں رکھتی ہے۔ ایک والد دن ورات ایک کر کے بچے کے آرام و آسائش کا انتظام کرتا ہے تاکہ اس کے لخت جگر کو کسی طرح سے پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ غرضیکہ امی اور ابو دونوں ایک انسان کے لئے لعل وگہر اور گنجینۂ رحمت کے مترادف ہیں، بڑے خوش نصیب اور نیک بخت ہیں، وہ لوگ جنہیں جوانی کی عمر میں یہ دو نگینے ہاتھ لگتے ہیں کہ جنہیں اپنی قسمت میں جڑ کر دنیوی واخروی سعادت سے اپنے دامن مراد کو بھر سکیں، رب کو خوش کر سکیں، کسی حد تک والدین کے احسانات کے بدلے اتار سکیں اور ان کے بوڑھاپے کا سہارا بن سکیں۔

والدین کا نام لیتے ہی ذہن و دماغ کے اسکرین پر دو ایسے پاکیزہ رشتے ابھرتے ہیں جو دنیا کے سب سے باعزت، قابل قدر اور محترم ہیں۔ ایک انسان، ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتا ہے، اپنے گھر کو پرسکون اور پرامن بنا سکتا ہے اور آخرت کی حقیقی سعادت وکامرانی اور فوز وفلاح حاصل کر سکتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں قرآن و حدیث کے ذخیرے سے والدین کے ساتھ بہتر سلوک، اچھا برتاؤ، حسن تعامل اور خوش اخلاقی کے تعلق سے بعض فضائل قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، تاکہ ہم میں سے اگر کچھ لوگ والدین کی قدر وقیمت سے نابلد ہوں، یا ان کے ساتھ ان کا غلط رویہ ہو، یا بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوں، ان کی شان میں گستاخی کا مظاہرہ کرتے ہوں، اونچی آواز میں بات کرنے یا انہیں مرعوب کرنے کو پہلوانی تصور کرتے ہوں تو ایسے لوگ ہوش کے ناخن لیں اور سوچیں کہ وہ کس قدر گناہ کا کام کر رہے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ذکر کیا ہے: قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے جابجا والدین کے ساتھ نیکی، بھلائی اور حسنِ سلوک کا حکم اپنی عبادت وریاضت کے حکم کے ساتھ دیا ہے۔ اس سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ غلط برتاؤ، گستاخی اور بدتمیزی ایک سنگین جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے: ''وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا'' (سورۃ النساء/ 36) یعنی تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بناؤ نیز والدین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرو۔

مزید فرمایا: ''قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا '' (سورۃ الأنعام/ 151) یعنی اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے! آؤ، میں تمہارے لئے ان چیزوں کو بیان کرتا ہوں جسے تمہارے رب نے تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اسی طرح سے والدین کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرو۔

نیز فرمایا: ''وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (سورۃ الاسراء/ 23) یعنی تیرے رب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تو اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرو۔

یہی نہیں، یہ تو چند نمونے آپ نے دیکھے جہاں کہ اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ اور معاً بعد والدین کی اطاعت وفرماں برداری کا حکم دیا ہے۔ آپ قرآن کریم پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شکریہ کی ادائیگی کے ساتھ والدین کے شکریہ کے حکم کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے: ''اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ'' (سورۃ لقمان/ 14) یعنی میرا شکریہ اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو اور ہاں یاد رکھو کہ تمہیں میری طرف ہی لوٹنا ہے۔

سابقہ آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ایک فضیلت یافتہ اور بے انتہاء اجر وثواب کا حامل عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ بیان کیا ہے۔

☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ کی راہ میں جہاد سے بھی اولی اور بہتر ہے: جہاد عظیم المرتبت عمل ہے۔ یہ اسلام کی سربلندی اور بالادستی کا سب سے بڑا ذریعہ اور واحد سبب ہے۔ دنیا سے ظلم وجور اور کفر وشرک کے خاتمے کے لئے ایک موثر

ہتھیار ہے۔کتاب وسنت کے ذخیرے میں اس عمل کو انجام دینے والے انسان کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔اسی طرح سے جہاد کرنے والے افراد میں سے شہید ہونے والوں اور زندہ باقی رہنے والوں میں سے ہر دو کے لئے دنیوی واخروی بھلائی اور کامیابی وکامرانی کی ضمانت دی گئی ہے۔لیکن والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ایسا مہتم بالشان اور بابرکت عمل ہے کہ ایسے بچوں کو جہاد کرنے والوں سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے بلکہ اگر گھر میں والدین ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر جہاد جیسی عبادت کی انجام دہی جائز نہیں۔اسی حقیقت کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان کیا ہے، جسے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت چاہی۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:"**أحـــــي والــديک؟**" یعنی کیا تمہارے والدین زندہ ہیں۔اس شخص نے اثبات میں جواب دیا۔اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"**ففيهما فجاهد**" یعنی جاؤ، ان دونوں کی خدمت کر کے ہی جہاد کا ثواب حاصل کرلو۔(صحیح بخاری/3004، صحیح مسلم/2549)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کی خاطر آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔اس کی بات سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"کیا تمہاری ماں اور باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟"۔اس شخص نے کہا: جی ہاں، ماں اور باپ دونوں زندہ ہیں۔آپ نے فرمایا:"کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہئے؟"اس شخص نے کہا: جی ہاں۔آپ نے فرمایا:"**فــارجع الى والــديک فأحسن صحبتهما**" یعنی جاؤ، جا کر اپنے والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔(صحیح مسلم/2549)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ زندہ ہوں تو ان کی خدمت اور حسنِ سلوک میں اتنی دلجمعی اور انہماکیت سے کام لو کہ تمہیں جہاد کا ثواب حاصل ہو جائے۔(ملاحظہ ہو: **فتـــح البــــاری بشـــرح صـحيـح البخاری** 403/10)

اسی حدیث کی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر والدین مسلمان ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکلنا درست نہیں ہے۔اس وجہ سے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے جبکہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک فرضِ عین ہے۔لیکن اگر اسلامی ملک پر دشمنانِ اسلام کے حملہ کرنے یا امام کا نفرِ عام کا اعلان کرنے یا پھر انسان کے جہاد کے میدان میں شرکت میں سے کسی ایک وجہ سے جہاد فرضِ عین ہو جائے تو ایسی صورت میں جہاد میں شرکت کے لئے والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں۔(ملاحظہ ہو: **شـرح مشـكـل الآثار للطحاوی** 563/5، **معالم السنن للخطابی** 378/3 اور **المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبی** 509/6)

☆ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سب سے بہتر اور جنت سے قریب کرنے والے اعمال میں سے ایک ہے: ایک انسان دنیاوی زندگی میں جن نیکیوں اور بھلائیوں کو انجام دیتا ہے، ان سے اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ جنت کو حاصل کرلے۔اگر کسی انسان کو یہ امیدوں کی منتہی اور خیالات کا محور صرف اور صرف ایک ہی عمل کی بناء پر مل جائے تو اس عمل کی جلالت شانی، عظیم المرتبتی اور بلند مکانی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بہتر عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا:"**الصـلاة على وقتها**" یعنی نماز کو وقت پر ادا کرنا۔صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا: اس کے بعد سب سے بہتر عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا:"**ثم بر الوالدين**" یعنی اس کے بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، سب سے بہتر عمل ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کہ اس کے بعد سب سے عمدہ عمل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"**ثـم الجهاد في سبيل الله**" یعنی اس کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کرنا سب سے عمدہ عمل ہے"۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید بہتر اعمال کے تعلق سے دریافت کرتا تو آپ مجھے ان اعمال کے بارے میں بتاتے۔(صحیح بخاری/527، 2780، 7534، صحیح مسلم/85)

اسی روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جنت سے سب سے زیادہ قریب کر دینے والا کونسا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا:"نماز کو وقت پر ادا کرنا....."۔اسے امام مسلم (85/138) نے روایت کیا ہے۔

نیز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ایک شخص کو پیغامِ نکاح دیا تو اس نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا جبکہ ایک دوسرے انسان نے اس کو پیغامِ نکاح بھیجا تو اس نے اس سے نکاح کرنے میں خواہش ظاہر کی۔جب یہ چیز مجھے معلوم ہوئی تو مجھے غیرت آگئی اور میں نے اسے مار ڈالا۔کیا میرے اس گناہ سے توبہ ہے؟ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے کہا: اللہ سے توبہ کرو اور اس سے قریب کرنے والے اعمال زیادہ سے زیادہ انجام دیا کرو۔عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد میں

عبداللہ بن عباس کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ نے اس شخص کی ماں کی زندگی کے بارے میں کیوں دریافت کیا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں والدہ کے ساتھ بہتر سلوک کرنے سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب کردینے والا کوئی دوسرا عمل نہیں جانتا ہوں۔ (**الأدب المفرد**/4، شیخ البانی نے صحیح الأدب المفرد (1/34) اور **سلسلة الأحاديث الصحيحة**/2799 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا بہت ہی بابرکت اور بہت ہی عظیم عمل ہے۔ جو اولاد اپنے والدین کی خدمت کرتی ہے، وہ جہاں ایک طرف انسانیت کا ثبوت دیتی ہیں، وہیں دوسری طرف حدیث میں مذکور بے شمار فوائد وفضائل سے اپنے دامن مراد کو بھرتی ہے اور خود کو جنت سے قریب کرتی ہے۔ نیز اس حدیث کے علاوہ مختلف حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل سب سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ ہے اور جنت سے سب سے زیادہ قریب کرنے والا بھی ہے۔ لہذا، جس عمل کی اتنی ساری خصوصیات ہوں، ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کریں تاکہ دین ودنیا ہر جگہ کامیاب ہوسکیں۔

☆ والدین کے ساتھ بہتر سلوک رب تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ ہے: اللہ تعالیٰ کی رضامندی ایسا گنجینۂ رحمت ہے، جو صرف اور صرف ان خاص انسانوں کو حاصل ہوتا ہے، جو نہایت ہی خوش بخت اور نصیبہ ور ہوتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ایک ایسا مبارک، قابل قدر اور عظیم المرتبت عمل ہے کہ اس کی ادائیگی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اللہ تعالیٰ نے جنت کی گارنٹی دی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**رضا الرب في رضا الوالد و سخط الرب في سخط الوالد**“ یعنی والد اور باپ کی رضامندی میں ربِ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور باپ کی ناراضگی میں ربِ تعالیٰ کی ناراضگی ہے“۔ (سنن ترمذی/1899، **مستدرک حاکم** 4/152، امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو **سلسلة الأحاديث الصحيحة** (516) اور **صحيح الأدب المفرد** (2) میں صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک دخولِ جنت کا ذریعہ ہے: والدین کی شکل میں اللہ رب العزت انسان کو ایسے خوشنما تحفہ اور موقع فراہم کرتا ہے کہ انسان ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرکے خود کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرسکتا ہے۔ احادیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ والدین انسانی جیون کے سب سے بیش بہا عطایا ہیں اور ایک انسان کی اخروی کامیابی بہت حد تک ان کے ساتھ حسن سلوک پر موقوف ہے۔ مشہور صحابی رسول ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: ” **الوالد أوسط أبواب الجنة، فان شئت فأضع ذلك الباب أو احفظه**“ یعنی والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔ اب چاہو تو اس دروازے کو ضائع کردو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو“۔ (سنن ترمذی/1900، شیخ شعیب اُرناؤوط نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: **جامع الأصول بتحقيق شعيب الأرناؤوط** (1/404)

اسی طرح سے معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جاہمہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے جہاد پر نکلنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس کی خاطر میں آپ کے پاس مشورے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟“ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”**فالزمها، فان الجنة تحت رجليها**“ یعنی تم ان کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے“۔ (سنن نسائی/3104، سنن ابن ماجہ/2781، مسند احمد 3/429، مستدرک حاکم 4/151۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام ہیثمی نے **مجمع الزوائد** (8/138) میں کہا ہے کہ اسے امام طبرانی نے **المعجم الأوسط** میں روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔ اسے شعیب اُرناؤط نے **جامع الأصول** کی تحقیق (1/403) میں حسن قرار دیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح سنن نسائی (2/372) میں کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ” **نمت فرأيتني في الجنة فسمعت صوت قارئ يقرأ** “ یعنی میں سویا تو میں نے اپنے آپ کو جنت میں پایا۔ میں نے جنت میں ایک قاری کو قرآن پڑھتے سنا۔ میں نے عرض کیا: یہ کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بتایا: حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”**كذاك البر، كذاك البر، وكان أبر الناس بأمه**“ یعنی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا یہی صلہ ہوتا ہے۔ والدین کے ساتھ بہتر برتاؤ کا یونہی بدلہ ملتا ہے۔ حارثہ اپنی ماں کے ساتھ حد درجہ بھلائی کرنے والے انسان تھے۔ (مسند احمد/25223، شیخ شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ نے مسند کی تحقیق میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ اور صحیحین کے رجال ہیں اور وادعی نے الصحیح المسند/1555 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

ایک مشہور واقعہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا گیا، جس نے غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کبیرہ گناہوں کے بارے میں بتایا ہے کہ کبیرہ گناہ نو ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، بچے کو قتل کرنا،

میدانِ جنگ سے بھاگ جانا، پاک دامن عورت پر الزام لگانا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، مسجد میں بے ہودہ باتیں کرنا، کسی کا مذاق اڑانا اور والدین کو تکلیف دے کر اسے رلانا۔اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے پوچھا، جس نے غلطی کا ارتکاب کیا تھا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس آدمی نے کہا: میری ماں زندہ ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم اس سے نرم لہجے میں بات کیا کرو اور انھیں کھانا کھلایا کرو اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہے تو جنت میں داخل ہوگے۔(الأدب المفرد/8، شیخ البانی نے اسے صحیح الأدب المفرد (1/35) اور سلسلة الأحاديث الصحيحة (2898) میں صحیح قرار دیا ہے۔)

سابقہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ایک بابرکت اور نہایت ہی عظیم عمل ہے۔اللہ تعالیٰ اس عمل سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ ایسے انسان کو جنت کا مژدہ سناتا ہے۔

☆والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نیکیوں کی قبولیت اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سورہ احقاف میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے اور انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے والے انسانوں کا تذکرہ کرنے کے بعد بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نیکیوں کو شرفِ قبولیت بخشے گا، انہیں معاف کردے گا اور اسے جنت میں داخل کردے گا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:'' وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (سورة الأحقاف/ 15-16) یعنی ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کرکے اسے جنا۔اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے کا ہے۔یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی اور چالیس سال کے عمر کو پہنچا تو کہنے لگا اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاؤں جو تونے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہوجائے اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

☆ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ اور دنیاوی مصیبتوں سے نجات کا وسیلہ ہے: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک جہاں آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا ذریعہ ہے، اسی طرح سے یہ عمل دنیاوی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بھی نجات کا سبب ہے۔ایک انسان اگر اپنے ماں باپ کے ساتھ خوش اخلاقی اور بہتر سلوک کا معاملہ کرتا ہے تو وہ دنیاوی بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔اگر کسی مصیبت میں پھنس بھی جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کی وجہ سے اسے نجات دے دیتے ہیں۔ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:''تم سے پہلے لوگوں میں سے تین افراد سفر پر نکلے۔راستے ہی میں رات ہوگئی۔چنانچہ وہ لوگ ایک غار میں رات گزارنے کی غرض سے داخل ہوگئے۔اس دوران پہاڑ کی ایک چٹان غار کے منہ پر سرک آئی اور غار کے منہ کو بند کردیا۔یہ دیکھ تینوں لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم اس مصیبت سے اسی صورت میں نجات پاسکتے ہو کہ تم اپنی نیکیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو۔چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے دعا کرتے ہوئے کہا: اے میرے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے۔میں ان سے پہلے بال بچوں میں سے کسی بھی فرد کو شام میں پینے کے لئے دودھ نہیں دیا کرتا تھا۔ایک دن کی بات ہے۔میں ہریالی کی تلاش میں دور نکل گیا اور لوٹ کر اس وقت پہنچا جبکہ وہ دونوں سو چکے تھے۔میں گھر پہنچنے کے بعد بکری کا دودھ دوہا تو دیکھا کہ وہ دونوں سو رہے تھے۔میں نے ان دونوں کو جگانا پسند نہیں کیا اور یہ بھی پسند نہیں کیا کہ ان دونوں سے پہلے بال بچوں کو دودھ پلادوں۔چنانچہ اپنے ہاتھ میں پیالہ لئے، ان کے بیدار ہونے کے انتظار میں رکا رہا یہاں تک کہ صبح نمودار ہوگئی۔اس دوران بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے چلا رہے تھے۔اس کے بعد میرے والدین نیند سے بیدار ہوئے اور انہوں نے دودھ پیا۔اے اللہ! اگر میں نے اس عمل کو تیری خوشنودی کے حصول کے لئے انجام دیا ہے تو ہم جس چٹان کی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں، تو ہمیں اس سے نجات دے دے.....اس کے بعد حدیث کا بقیہ حصہ بیان کیا..... یہاں تک فرمایا:''یہاں تک کہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور وہ لوگ چلتے ہوئے نکل گئے''۔(صحیح بخاری/4/340)، صحیح مسلم/4743)

☆والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اپنے بچوں سے حسنِ سلوک پانے کا ذریعہ ہے: آج لوگ عموماً یہی شکوہ کرتے ہیں کہ ان کے بچے ان کی بات نہیں مانتے۔لیکن کوئی بھی شخص اس سنگینی کے اسباب وعوامل کو تلاش کرنے کی ہرگز کوشش نہیں کرتا۔اگر ہم دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ بچوں کے اندر والدین کی نافرنانی اور غلط برتاؤ کے بہت سارے اسباب وعوامل ہیں۔ان میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ والدین جب جوان تھے، وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بہتر برتاؤ اور عمدہ سلوک نہیں کیا کرتے تھے، جس کو ان کے بچے دیکھا کرتے تھے، یہی بچے آج جب جوان ہوئے اور ان کے جوان ماں باپ بوڑھے ہوئے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کی روش اور طریقے کو اختیار کیا، جسے ان لوگوں نے اس بچے کے دادا دادی کے ساتھ اپنایا تھا

۔جب لوگوں پر اپنی باری آتی ہے تو پھر ہر طرف شکوہ شکایت کرتے ہیں کہ ان کے بچے ان کے ساتھ عمدہ سلوک نہیں کرتے ہیں، حالانکہ اس کے اصل سبب اور وجہ خود ہوتے ہیں۔اس سلسلے میں مشہور صحابیٔ رسول جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''تم لوگ اپنے والدین کے ساتھ عمدہ برتا کیا کرو، تمہارے بچے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا کریں گے''۔اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الأوسط میں اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

امام بیجانی نے کہا ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ اور دل میں ان کے لئے جذبۂ خیر کا بہم موجود ہونا، ایسا عمل ہے، جسے ہر کوئی پسند فرماتا ہے۔آج انسان اپنے ماں باپ کے ساتھ جیسا سلوک کرے گا، کل اس کے بچے اس کے ساتھ بالکل اسی طرح کا سلوک کریں گے۔(ملاحظہ ہو: بر الوالدین قیمة اسلامیةللشیخ عبداللہ بن عبداللطیف العقیل (ص/37-38)

☆ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا انسان کی عمر میں اضافہ اور روزی میں برکت کا باعث ہے: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے جہاں بہت سارے فوائد ہیں، انہی فوائد میں سے ایک اہم یہ ہے کہ اس کارِ خیر کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کی عمر میں اضافہ فرمادیتا ہے اور اس کی روزی میں برکت عطا فرماتا ہے۔مشہور صحابیٔ رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''لا یرد القدر الاالدعا ولایزید فی العمر الا البر'' یعنی تقدیر کو صرف دعا ہی باز رکھتی ہے اور حسنِ سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے''۔(سنن ترمذی/2139، شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

اسی طرح سے خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''من سره أن یمد له فی عمره، و یزاد له فی رزقه، فلیبر والدیه، ولیصل رحمه'' یعنی جس انسان کو اس بات سے خوشی ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ کردیا جائے اور اس کے رزق میں برکت عطا کی جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور رشتے ناطے کو جوڑے''۔(مسند احمد/13538)

☆ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وصیت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے: ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نو باتوں کی وصیت فرمائی: ''لا تشرک باللہ شیئا وان قتلت أو حرقت، ولاتترکن الصلاة متعمدا، ومن ترکها متعمدا برئت منه الذمة، ولاتشربن الخمرفانها مفتاح کل شر، وأطع والدک وان أمراک أن تخرج من دنیاک فخرج لهما، ولاتنازعن ولاة الأمر، وان رأیت أنک أنت، ولاتفر من الزحف و ان هلکت وفر أصحابک، وأنفق من طولک علی أهلک، ولاترفع عصاک علی أهلک وأخفهم فی اللہ'' یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اگر چہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کاٹ دیا جائے یا بری طرح سے جلا دیا جائے، جان بوجھ کر فرض نمازوں کو نہ چھوڑو کیونکہ جو کوئی جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے۔شراب نہ پیا کرو کیونکہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔اپنے والدین کی باتوں کو مانا کرو، اگر وہ تمہیں دنیا چھوڑنے کا حکم بھی دیں تو ان دونوں کی خاطر دنیا چھوڑ دو، تم امیرِ وقت اور حاکم کے ساتھ اختلاف مول نہ لو، اگر چہ تمہیں یہ گمان ہو کہ صرف تم ہی حق پر ہو۔تم میدانِ کارزار سے نہ بھاگا کرو، اگر چہ تم ہلاک کردیئے جاؤ اور تمہارے دوسرے ساتھی بھاگ کھڑے ہوں۔اپنے مال میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا کرو اور اپنی بیوی پر لاٹھی نہ اٹھایا کرو اور اللہ کی خلاف ورزی کے معاملات میں اپنے اہل و عیال کو ڈرایا کرو۔''(سنن بن ماجہ (4034) الأدب المفرد للامام بخاری/18، شیخ البانی نے اس حدیث کو ارواء الغلیل (2086) میں حسن قرار دیا ہے)

☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل سے متعلق اسلاف کرام کے بعض اقوال:

۱-عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ اللہ سے قریب کرنے والا کوئی دوسرا عمل میرے علم میں نہیں ہے۔(الأدب المفرد/۶)

۲-حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حسن سلوک سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہو، اسے ان پر خرچ کرو، معصیت کے علاوہ تمہیں جو حکم دیں، انہیں تسلیم کرو۔(مصنف عبدالرزاق/9288)

۳-طیسلہ بن میاس کہتے ہیں کہ مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم جہنم سے دور اور جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میری یہی خواہش ہے۔آپ نے پوچھا: کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ میں نے کہا: میری امی زندہ ہیں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گویا ہوئے کہ اللہ کی قسم! اگر تو نے ان کے ساتھ نرم گفتاری کی اور انہیں کھانا کھلایا تو تم جنت میں داخل ہوگے، بشرطیکہ تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو۔(الأدب المفرد/۴)

۴-عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: بکاء الوالدین من العقوق یعنی والدین کا رونا یہ ان کی نافرمانی کے زمرے میں آتا ہے۔(البر والصلة لابن الجوزی/30)

۵-ایک موقع سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی کو دیکھا تو اپنے پاس موجود ایک شخص سے پوچھا: یہ تمہارے کون ہیں؟ اس شخص نے کہا: یہ میرے والد ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں نام سے نہ پکارنا، ان کے آگے مت چلنا اور ان سے پہلے مت بیٹھنا۔(الأدب المفرد/32)

۶-لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے پیارے بیٹے! جس نے اپنے والدین کو خوش کردیا، اس نے رب تعالیٰ کو خوش کردیا اور جس نے انہیں ناراض کردیا، اس

نے رب تعالیٰ کو ناخوش کردیا۔(برالوالدین لأبی بکر الطرطوشی ص/37)

۷- طاؤس بن کیسان کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ چار لوگوں کی عزت کی جائے: پہلا عالم، دوسرا بوڑھا انسان، تیسرا بادشاہ اور چوتھا والد۔انہوں نے مزید کہا کہ یہ ظلم و زیادتی کی بات ہے کہ انسان اپنے والد کو ان کے نام سے پکارے۔(مصنف عبدالرزاق/20133)

۸- ایاس بن معاویہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ رونے لگے۔لوگوں نے جب آپ سے رونے کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ جنت تک جانے کے میرے پاس دو کھلے دروازے تھے لیکن ان میں سے اب ایک بند ہوگیا۔(کتاب البر والصلة لابن الجوزی/ص72)

۹- مکحول شامی نے کہا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے۔(شرح السنة للبغوی ۱۳/۱۳)

۱۰- محمد بن محیریز کہتے ہیں کہ جو اپنے والد کے آگے آگے چلتا ہے تو وہ ان کی نافرمانی کرتا ہے، الا یہ کہ کوئی انسان آگے اپنے والد کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کے لئے چلے، اسی طرح سے اگر کوئی انسان اپنے والد کو ان کے نام یا ان کی کنیت سے بلاتا ہے تو وہ بھی ان کی نافرمانی کرتا ہے، الا یہ کہ انہیں ''یا أبت'' یعنی اے میرے! والد محترم کہہ کر پکارے۔(کتاب البر والصلة لابن الجوزی/ص117)

آپ نے مذکور بالا فضائل کو دیکھ کر اس امر کا اندازہ لگالیا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان سے نرمی سے پیش آنا، ان کی خدمت کرنا، ان کے سامنے ہلکی آواز میں بات کرنا، ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرنا کس قدر مہتم بالشان، انتہائی اہمیت کا حامل اور فضیلت یافتہ عمل ہے۔والدین کی نافرمانی کرکے ان کی بددعاؤں اور آہ و کراہ سے ایک انسان کو بچنا چاہئے کیونکہ والدین بہت ہی پریشان ہوکر اپنے لخت جگر اور نور نظر کو بددعاؤں سے نوازتے ہیں اور پھر وہ بددعا اگر دیتے ہیں تو پھر بنو اسرائیل کے عبادت گزار انسان جریج کا واقعہ ہماری نظروں کے سامنے ہے کہ عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ کا جواب نہ دے سکے، پھر انجام یہ ہوا کہ والدہ کے منہ سے حرف شکایت جاری ہوئے اور بارگاہ باری تعالیٰ میں وہ شکایت کے الفاظ قبول ہوئے اور جریج ایک ابتلاء و آزمائش میں مبتلا ہوئے، گرچہ بعد میں، اس آزمائش سے انہیں خلاصی ملی لیکن بدنامی کا منہ دیکھنے کے بعد۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بار الٰہا، تو ہمیں اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، نرمی کے ساتھ بات چیت کرنے، ان کے حقوق کی ادائیگی کرنے، ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنے اور ان کی عزت و احترام کی توفیق ارزانی فرما۔آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

اھل حدیث ریلیف فنڈ

سیلاب زدگان کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی

ھمدردانہ اپیل

کیرالہ میں سیلاب کی وجہ سے لاکھوں افراد اپنا گھر بار چھوڑ کر عارضی کیمپوں میں پناہ گزیں ہیں اس کے علاوہ دوسرے بعض صوبے بھی سیلاب سے متاثر ہیں۔جن کی مدد کرنا ہمارا دینی، ملی، وانسانی فریضہ ہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی قدیم تاریخی روایت کے مطابق بے گھر اور اجڑے ہوئے افراد کے لیے ریلیف وراحت کا کام کررہی ہے۔

تمام اصحاب خیر اور صاحب ثروت حضرات سے اپیل ہے کہ حسب استطاعت سیلاب زدگان اور انتہائی مصیبت میں پھنسے لوگوں کی اعانت میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اپنی تمام ذیلی شاخوں سے بھی اپیل کرتی ہے کہ خصوصی توجہ فرمائیں۔

نوٹ: چیک اور ڈرافٹ مندرجہ ذیل کے نام ہی بنوائیں۔اور بھیجی ہوئی رقم کی مدات کی وضاحت فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرا

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind,

A/c 629201058685, ICICI Bank (Chandni Chowk Branch.RTGS/NEFT IFSC Code-ICICI0006292

اپیل کنندگان: اراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

Ph: 011-23273407, 9810793930, 9810162108

ویڈیو گیمز کے خطرات

تحریر: ڈاکٹر صالح مقبل العصیمی
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

انٹرنیٹ کے پوشیدہ خطرات پر گہری نظر رکھنے، خاص طور پر جن کا تعلق بچوں سے ہے ان کے جائزے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جدید وسائل عیش و آسائش بالخصوص مشہور ویڈیو گیمز کا استعمال مختلف عمروں اور جنسوں کے لوگ لمبی لمبی مدت تک بغیر تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ گیمز لڑائی جھگڑے، جنگ وجدال، افسانوی سائنس، کھیل اور جذبات ابھارنے والی چیزوں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کے جسمانی صحت اور اخلاق پر بے شمار منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

عقائد میں فساد و بگاڑ: قریب قریب کوئی بھی گیم شرعی مخالفتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ آپ پائیں گے بعض گیمز میں خالق کائنات ہی کی شکل وصورت بنا ڈالی گئی ہے۔ وہ اس کی کتنی ہی قابل احترام تصویر کشی کریں وہ بہر صورت بگڑی ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالی ان باتوں سے پاک وصاف وبلند و بالا ہے۔ خوبصورتی کی تمام صفات سے وہ متصف ہونے کے باوجود اس کے جیسا کوئی نہیں ہوسکتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہے جبکہ وہ اعلیٰ صفات سے متصف ہے اس کی صفات کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی انہیں کسی سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

یہ گیمز اللہ کی کتاب کو بھی گندہ کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو بھی پامال کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کے مقام ومرتبے کو گھٹانے کی غرض سے ان کی بدترین تصویر پیش کرتے ہیں، اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بھی بدسلوکی کرتے ہیں۔ ان گیمز میں بت اور صلیب کا رواج عام ہے۔ چنانچہ گیم کھیلنے والوں کی نظر میں ان کا منظر بہت ہی محبوب ومقبول دکھایا جاتا ہے، بچہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اکثر وہ ان باتوں کو معیوب بھی نہیں سمجھتا۔

عورتوں کی برہنہ تصاویر: غالبا کوئی بھی گیم عورتوں کی ننگی یا ادھ ننگی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا۔ جو اس طرح کے گیمز دیکھنے کا عادی ہوجاتا ہے، شرمناک لباس زیب تن کرنا اور ننگی عورتوں کو دیکھنا اس پر گراں نہیں گزرتا۔

جذبات بھڑکانے والی حرکتیں: کھیل کے دوران جذبات کو بھڑکانے والی حرکتیں کی جاتی ہیں اور مضحکہ خیز، ڈراؤنے، ناپسندیدہ مناظر میں نوجوانوں کا بعض کا بعض کی شرمگاہوں کو چھونا عام ہوتا ہے جس سے بچوں کی تربیت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

منشیات کے استعمال کی لہر: ان گیمز میں آپ دیکھیں گے کہ منشیات جیسے ہیروئن، افیون اور چرس وغیرہ کے استعمال کی ایک لہر چل رہی ہوتی ہے نیز ان تک رسائی کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں شرابیوں کی صورت کو اچھا اور پرکشش بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کی پیروی واقتدا کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور انہیں اس طرح سے دکھایا جاتا ہے مانو ان کی زندگی بڑی ہی باسعادت، مثالی اور لائق اقتدا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں بدبخت ترین لوگ ہوتے ہیں۔

چاک وچوبند رکھنے والے مواد کا استعمال: یہ گیمز ورزش کے وقت چاک وچوبند، چست وپھرت رکھنے والے مواد کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کے سائڈ افیکٹ کو نظر انداز کرتے ہیں جن سے کھلاڑی اپنے آپ کو مضبوط وتوانا محسوس کرتا ہے اور ورزش کے وقت تکان کا احساس نہیں ہوتا۔ ان میں سے اکثر نہیں جانتے کہ ان سے ان کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان سے دل کے عضلات سخت ہوجاتے ہیں جس سے تکان کا احساس نہیں ہوتا اور بعد میں یہ انہیں برباد کرکے رکھ دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گردے اور جگر بے کار ہوجاتے ہیں۔ ان منفی اثرات کا احساس استعمال کرنے والے کو وقت گزر جانے کے بعد ہوتا ہے جس پر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

گالی گلوچ: ان کھیلوں میں جو چیزیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وہ ہیں: گاڑیاں چلاتے وقت بے معنیٰ مہم جوئی، ٹریفک سگنلز کو پھلانگنا، ٹریفک کے ضابطوں کی خلاف ورزی جن سے بچوں کے اندر انسانوں کی جانوں کی قدر وقیمت معمولی، ٹریفک کے اصولوں کی خلاف ورزی، امن وقانون کی بحالی پر معین افراد کے خلاف سرکشی، ریڈ لائٹس توڑ کر بھاگ کھڑے ہونا، ان پر نیز پٹرول پولیس پر فائرنگ کرنا جیسی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ مزید برآں وہ ان حرکتوں کو طاقت وبہادری کے کارنامے تصور کرتے ہیں۔ گمراہ فرقوں اور منہج سلیم سے ہٹے ہوئے افراد نے ان کھیلوں کا بدترین استعمال کیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مساجد وغیرہ میں مسلمانوں کے قتل کی وارداتوں کی ترغیب انہیں ان ہی کھیلوں سے ملتی ہے۔ قاتل ہی اللہ اکبر کے نعرہ لگاتے ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے بم پھینکتے اور مسجد میں موجود لوگوں پر گولیاں چلاتے ہیں۔

تشدد اور دشمنی: یہ کھیل تشدد اور دشمنی کے جذبے میں اضافہ کرتا ہے۔ کھیلنے والوں میں انتقام پسندی، ہر قسم کا قتل وخونریزی، خوفناک طریقے پر ہتھیاروں اور چھریوں وغیرہ کے ذریعہ جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا جیسی انسانیت سوز حرکتوں میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ بھی گمراہ فرقوں سے وابستہ ہوجاتے ہیں وہ قتل وخونریزی کو اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں اور اپنے مد

مقابل کو گھٹیا اور ہولناک طریقے سے قتل کرتے ہیں ،انہیں دین ومذہب، عقل وشعور اور معاشرے وسماج کا کچھ بھی پاس ولحاظ نہیں رہتا۔

مال ومتاع کی چوری کی عادت: ان کھیلوں سے کھیلنے والوں کو مال ومتاع اور گاڑی وغیرہ چوری کی تربیت ملتی ہے،انہیں چوری چکاری کے حیلے بہانے اور نئے نئے طریقوں کی ترغیب ملتی ہے اورنوجوانوں کے اندر انہیں انجام دینے پر ابھاراجاتا ہے۔ مال کی ضرورت کے پیش نظرنہیں تو جرأت وبہادری کے اظہارکا شوق انہیں ان چیزوں پر آمادہ کرتا ہے۔

تنہائی اورعزلت پسندی: ان کھیلوں سے بچوں میں تنہائی اورا کیلے پن کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔بچہ اپنے دوست احباب اورساتھیوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے کیونکہ وہ تنہا ہی ان کھیلوں میں مست رہتا ہے۔نتیجۃً اکیلے پن کی عادت پڑ جاتی ہےاورسماج ومعاشرے سے کٹ جاتا ہے۔

بری سنگت: ان کھیلوں کے واسطے سے اس کا رابطہ ان دیکھے بہت سے گندے اور برے دوستوں سے ہوجاتا ہے جو بچوں کے ساتھ کھیلنا پسند کرتے ہیں اورانہیں کھلونے ،ہتھیاراورنقد دے کر بہلاتے پھسلاتے ہیں۔ پھر براہ راست رابطے میں آجاتے ہیں اورانہیں دھمکیاں دے کر بدفعلی تک سے نہیں چوکتے جبکہ ماں باپ کو اس کا علم بھی نہیں ہوپاتا۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

جسمانی صحت پر برے اثرات: ان کھیلوں سے جسمانی صحت پر بہت ہی خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں۔بچوں کے اندراتنے بڑے پیمانے پر بینائی میں کمزوری واقع ہوتی ہے کہ اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ وہ ریڑھ کی ہڈی اور پیٹھ جھکائے ہوئے اسکرین پر بڑی توجہ سے نظریں گاڑے رہتے ہیں۔اسی طرح بچوں کی بڑی تعداد کھیل کے دوران انہماک کے باعث اعصابی بے چینی اوردائمی کشیدگی کا شکار ہوتی ہے۔اورکھیل کے دوران خوفناک وڈراؤنے مناظر کے چلتے بہت سے بچوں کونفسیاتی تکلیف پہنچتی ہے۔

عدالتی کارروائی: اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کے لوگ باوجودیکہ انہوں نے ہی ان کھیلوں کی بنیادرکھی ہے،ان کھیلوں کے تخلیق کاروں کے خلاف عدالتی مقدمے دائر کررہے ہیں۔کیونکہ ان کے بچوں پر ان کے برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔اور وہ ان کھیلوں کے پھیلاؤ کے دائرے کو محدودکرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ذرا غور کیجئے کہ کیا وہ ہم سے زیادہ اپنے بچوں کے اچھے مستقبل کے حریص ہیں؟نہیں ہرگز نہیں!ہمارے لیے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ یہ کھیل بعض بچوں کے لیے ایک بنیادی ضرورت اور عادت ثانیہ بن چکے ہیں۔وہ ان کے لئے صرف فالتو وقت بتانے کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ ایک تربیتی وسیلہ بن چکے ہیں جو مدرسے اور گھر سے بھی بڑھکر اور شخصیت کے نکھاراورتندرستی کا مرکب تیار کرنے میں حصہ دار ہے۔سوسائٹی وسماج کے افراد پراس کے اثرات بے حد خطرناک ہیں جن سے بچنا ضروری ولازمی ہے۔

بچوں کے شوق کے اسباب: ان کھیلوں سے بچوں کے شوق کا سبب ماں باپ کی اپنے بچوں سے غفلت اور بہت سوں کی ان کی خطرناکی سے لاعلمی ہے۔چنانچہ ہم بعض ماں باپ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جب اپنے بچے کوان کھیلوں میں منہمک دیکھتے ہیں تومطمئن دکھائی دیتے ہیں اورخیال کرتے ہیں کہ ان کا بچہ اس کھیل سے سدھر رہا ہے اوراس کی صلاحیتیں نکھر رہی ہیں نیز اس کی وجہ سے وہ برے دوستوں سے بھی محفوظ ہے۔انہیں کیا پتہ کہ انہوں نے اسے بدترین اوردین،اخلاق اورتندرستی کو شدیدترین نقصان پہونچانے والے ساتھی کے حوالہ کردیا ہے۔

ماں باپ کی نگرانی: ماں باپ کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ نرمی ولطافت سے اورڈھلائی،کاہلی اوراعذار باردہ سے بچتے ہوئے اپنے بچوں کی نگرانی کریں۔جیسا کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر اس کی نگرانی کروں گا تو وہ ٹوٹ جائے گا۔سبحان اللہ!کیا آپ کو معلوم ہے کہ اگر آپ اس کی نگرانی نہیں کریں گے تو آپ اسے شیطان کے حوالے کردیں گے؟اوراس کے بعد آپ اسے ہلاک وبرباد کرڈالیں گے۔کیا واقعی آپ کواس کی ہلاکت وبربادی کا ڈر ہے؟یا آپ اپنی مصروفیات کے لیے ایسے بہانے تلاش کررہے ہیں جن سے صرف اپنے دل کو تسلی دے رہے ہیں؟

دارالافتاء سعودی عرب کا فتویٰ: مستقل کمیٹی برائے علمی بحوث وافتاء کا کہنا ہے کہ پوکیمان گیم حرام ہے کیونکہ یہ شرعا بہت سی ممنوع باتوں پر مشتمل ہے۔کمیٹی نے اپنے ایک بیان میں اس بات کی بھی وضاحت کی کہ وہ اس کھیل کوحرام مانتی ہے اوراس کھیل کے ذریعہ جو مال حاصل ہوتا ہے وہ بھی حرام ہے۔کیونکہ وہ جوا ہے اوراس کے آلات کی خرید وفروخت دونوں بھی حرام ہیں۔کمیٹی نے تمام مسلمانوں کواس سے بچنے اوراپنے بچوں کواس سے دور رکھنے کی نصیحت کی تاکہ ان کا دین، عقیدہ اوراخلاق محفوظ رہ سکیں۔

دارالافتاء مصر کا فتویٰ: مصری دارالافتاء نے بلیووھیل کے کھیل میں شرکت کوحرام قرار دیا ہے۔کیونکہ اس کھیل کو کھیلنے والوں سے بعض ایسی باتوں کا مطالبہ ہوتا ہے اورایسے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے جوانہیں خودکشی تک پر آمادہ کردیتے ہیں۔مصر اوربعض دیگر ممالک میں ایسا ہوچکا ہے۔دارالافتاء نے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ جو اس کھیل میں پڑا ہوا ہے وہ فوراً اس سے کنارہ کش ہوجائے۔ساتھ ہی ماں باپ سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کریں اوران مہلک کھیلوں کی حقیقت انہیں بتائیں علاوہ ازیں متعلقہ جہات سے بھی گذارش کی ہے کہ وہ اس کھیل کو جرم قرار دیں اور ہر طرح سے اس پر روک لگائیں کیونکہ یہ نوجوانوں کے لئے خطرناک عمل ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ الفرقان،کویت)

☆☆☆

اسعد اعظمی ۔ جامعہ سلفیہ مرکزی دار العلوم بنارس

حافظ عبدالحکیم فیضی رحمہ اللہ

آہ! حافظ عبدالحکیم فیضی رحمہ اللہ

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

خدمتِ قرآن کریم، عبادت و وضع داری، نفاست و نستعلیقی، خوش گفتاری و حسن سلوکی، ضیافت و مہمان نوازی، وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ اور دین و مسلک سے وفاداری کا جو نقشہ مندرجہ ذیل مضمون بعنوان ''حافظ عبدالحکیم فیضی رحمہ اللہ'' میں مؤقر سوانح نگار نے کھینچا ہے وہ بہت ہی بجا اور برمحل ہے اور میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ اللهم اغفر له وارحمه - اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده. (اصغر)

ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ کی آخری تاریخ یعنی ۱۴۳۹/۱۲/۳۰ھ بمطابق ۱۱/ستمبر ۲۰۱۸ء بروز منگل صبح ساڑھے گیارہ بجے حافظ عبدالحکیم صاحب فیضی سابق نگراں استاذ شعبۂ حفظ جامعہ سلفیہ بنارس اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے جنازہ کی نماز یکم محرم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/ستمبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ صبح نو بجے جھنڈا نگر کرشنا نگر نیپال میں آپ کے گھر سے کچھ فاصلے پر واقع قبرستان میں ادا کی گئی اور اسی جگہ سپرد خاک ہوئے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ بڑے ہر دل عزیز اور مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے اور بہت ساری خوبیوں اور خصوصیتوں کے حامل تھے۔ عمر میں فاصلہ کے باوجود راقم الحروف سے آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔ آپ کی شفقت اور تکریم دونوں مجھے حاصل تھی، سفر و حضر کی مرافقت نصیب تھی۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے میرا مغموم ہونا فطری ہے۔ سفر و حضر میں آپ کے ساتھ گذرے ہوئے یادگار لمحات کی ذہن کے پردے پر آمد و رفت جاری ہے۔ سطور ذیل میں حافظ صاحب کی زندگی کے چند نمایاں گوشوں پر مختصراً روشنی ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

کتاب اللہ کی خدمت:- حافظ صاحب نے اپنے سینے کو کلام اللہ سے معمور کیا تھا۔ پھر آپ نے اپنی زندگی اپنے شاگردوں کے سینوں میں کلام اللہ کو اتارنے کے لیے وقف کر دی تھی۔ جامعہ رحمانیہ بنارس جو یوپی مدرسہ بورڈ سے ملحق ہے اس کے آپ استاذ تھے اور شعبۂ حفظ آپ کے سپرد تھا۔ یہ شعبہ عملاً جامعہ سلفیہ کے کیمپس میں قائم تھا۔ چند سالوں قبل جامعہ سے کچھ فاصلے پر ایک نئی عمارت میں یہ شعبہ منتقل ہو چکا ہے اور کلی طور پر جامعہ سلفیہ کے ماتحت ہے۔ آپ صرف درسی اوقات ہی میں مصروف عمل نہ رہتے تھے، اور نہ ڈیوٹی برائے ڈیوٹی کے فارمولے پر کام کرتے تھے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ تحفیظ القرآن کا عمل اساتذہ اور طلبہ دونوں سے دوہری محنت کا طالب ہے۔ حافظ صاحب کی نگرانی میں حفظ کے طلبہ فجر کی نماز کے بعد سے پڑھائی میں مصروف ہو جاتے۔ نو بجے کے آس پاس ناشتہ کی گھنٹی بجنے پر ناشتے کے لیے جاتے، پھر واپس آ کر مصروف عمل ہو جاتے۔ ظہر کی اذان تک یہ سلسلہ چلتا۔ پھر عصر کی نماز کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ اور اسی طرح مغرب اور عشاء کے بعد حفظ کا عمل جاری رہتا۔ مدرسہ کے رسمی وقت میں تو حافظ صاحب یمین و شمال سے بے خبر طلبہ کو سننے سنانے میں لگے ہی رہتے، خارجی اوقات میں بھی ان کی نگرانی کرتے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔

حافظ صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ شعبۂ حفظ میں کسی طرح کی تعطیل نہیں ہونی چاہیے، حتی کہ رمضان وغیرہ میں بھی درس جاری رہنا چاہیے، کیوں کہ طویل انقطاع کے بعد بچوں کے دوبارہ حفظ کے عمل سے جڑنے میں اچھا خاصا وقت لگتا ہے۔ لیکن ادارہ کے ذمہ داران کو اس کے لیے آپ قائل نہ کر سکے، اور جامعہ کے نظام کے تحت اس شعبہ میں بھی تعطیلات ہوا کرتی تھیں اور ہوتی ہیں۔

اپنے طلبہ پر ہر ناحیہ سے آپ نظر رکھتے تھے، ان کی حاضری، لباس و پوشاک، چال چلن کسی معاملے میں تساہلی برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ کی محنت شاقہ اور عنایت تامہ کا نتیجہ تھا کہ بہت سے بچے کم وقت میں حفظ کی تکمیل کر لیا کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

فرائض ونوافل کی پابندی:- اسلام میں نماز کا جو مقام اور جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں، یہ ہر عاقل و بالغ مسلمان کا فریضہ ہے اور فرائض کی انجام دہی ایک مسلمان کی ڈیوٹی ہے۔ اس میں اسے اپنا اختیار نہیں، لیکن افسوس کہ عوام کے ساتھ ہی خواص کا حال بھی اس معاملے میں اچھا نہیں۔ اسی لیے نماز پر مواظبت اب قابل ذکر خصوصیت شمار کی جاتی ہے۔

حافظ صاحب - نور اللہ مرقدہ - جامعہ کے کیمپس میں مقیم لوگوں کے درمیان نماز کی پابندی کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھے۔ اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچنا، صف اول میں جمے رہنا، قبلی اور بعدی سنتوں کا اہتمام، یہ سب آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ فجر کی نماز سے کافی پہلے بیدار ہو جاتے اور تہجد کا اہتمام فرماتے، بعد ازاں چہل قدمی کرتے، اور اذان ہونے کے بعد بچوں کو جگاتے ہوئے مسجد پہنچ جاتے۔ سفر میں بھی بالعموم نمازیں قضا نہ ہونے دیتے۔ ٹرین میں یا اسٹیشن پر وقت سے نماز پڑھتے۔ میں نے بارہا آپ کے ساتھ گورکھپور اسٹیشن پر نمازیں پڑھی ہیں۔ یہاں اسٹیشن پر ایک خاص جگہ آپ نے دریافت کر رکھی تھی اور عام طور سے اسی جگہ نماز ادا کرتے تھے، وہ جگہ بھیڑ بھاڑ اور ہنگاموں سے قدرے دور اور الگ تھلگ ہے۔

آپ کبھی کبھی جمعہ کا خطبہ بھی دیا کرتے تھے۔ جامعہ کی مسجد میں بھی کبھی کبھی آپ کے خطبے ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ مئو، جون پور، بھدوہی وغیرہ کے سفر میں حسب موقع جمعہ کے خطبے دیتے تھے۔

نظافت ونفاست:- صفائی ستھرائی کا حافظ صاحب خوب اہتمام فرماتے تھے۔ جسم، لباس، رہائش گاہ، درس گاہ ہر جگہ یہ اہتمام نظر آتا تھا۔ اپنے شاگردوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ صفائی ستھرائی کا اہتمام آپ کے یہاں نظافت سے آگے نفاست تک پہنچا ہوا تھا، بالخصوص لباس وپوشاک کے معاملے میں۔ غسل کے بارے میں ایک مرتبہ آپ نے بتایا کہ جتنی بھی سردی ہو میں کبھی گرم پانی سے غسل نہیں کرتا، بلکہ ٹنکی کے اسٹور پانی ہی سے غسل کرتا ہوں۔

خوش پوشاکی:- لباس وپوشاک کے معاملے میں بھی آپ منفرد حیثیت کے مالک تھے، کبھی ایسا ویسا لباس نہیں پہنا۔ کھلا سفید یا ہلکے بادامی رنگ کا کرتا پائجامہ اور بالعموم اسی رنگ کی صدری باہتمام پہنتے تھے، جامعہ کے کیمپس میں کہیں بھی آپ کو کمرے کے باہر کبھی لنگی میں نہیں دیکھا جاتا تھا۔ پنج وقت نمازوں میں بھی کرتا پائجامہ ہی میں آتے تھے۔ ہر موسم میں اونچی بال دار ٹوپی ہی لگاتے، جامعہ سے باہر نکلنا ہوتا تو صدری اور موزہ وجوتا پہن کر نکلتے۔ اس میں بھی موسم کی کوئی قید نہیں تھی۔ اکثر ٹوپی کے اوپر رومال بھی رکھتے تھے۔ سردی کے موسم میں مفلر لگانا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ سعودی عرب والا لال سفید رومال (غترہ) استعمال کرتے۔ موقع بموقع شیروانی بھی پہنتے تھے۔

آپ بلند قامت، وجیہ اور بارعب شخصیت کے حامل تھے۔ خوش پوشاکی سے رعب وجلال دوبالا ہوجاتا کہ دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ چہرے پر مومنانہ تبسم، شخصیت میں وقار وتمکنت، گفتگو میں ادب وشائستگی... یہ ساری چیزیں آپ کے ظاہری ومعنوی حسن میں چار چاند لگاتی تھیں۔

خوش خوراکی:- خوش پوشاکی کی طرح خوش خوراکی بھی آپ کا خاص امتیاز تھا۔ کھانا جامعہ کے مطبخ ہی کا کھاتے تھے، لیکن اس کی اصلاح ضرور کرتے تھے اور اس کام میں شاگردوں سے مدد لیتے تھے۔ بالعموم کوئی اضافی چیز بھی تیار کرواتے یا باہر سے منگواتے۔ اگر آپ کے یہاں کوئی مہمان آجاتا تو پھر انتظام واہتمام کا کیا پوچھنا، بہت ہی پرتکلف کھانا بنواتے۔ دالمنڈی جاتے تو واپسی میں وہاں کی پکوڑی ضرور لاتے۔ مئو کی انکشتی پر جان چھڑکتے تھے اور آنے جانے والوں سے فرمائش کرکے منگواتے۔ سفر میں کھانے پینے کے اتنے لوازمات لے کر چلتے کہ دیکھ کر تعجب ہوتا۔ لیکن خود کھانے پینے سے زیادہ ساتھ والوں کو کھلانا پلانا مقصد ہوتا تھا۔

کثرت اسفار:- احادیث نبویہ میں سفر کو "قطعة من العذاب" کہا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ "وسیلۂ ظفر" بھی ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام تر سہولیات کے باوجود آج بھی سفر صعوبات اور مشقتوں سے گھرا ہوتا ہے۔ اس لیے اکثر لوگ شدید حاجت نہ ہو تو سفر سے پرہیز ہی کرنے میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ آپ سفر سے بالکل نہیں گھبراتے تھے، اور اگر کہا جائے کہ ہمیشہ پابہ رکاب رہتے تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

آپ کا آبائی وطن تو شنکر نگر بلرام پور تھا، لیکن سسرالی تعلق کی وجہ سے آپ جھنڈا نگر (نیپال) کو اپنا وطن ثانی بنا چکے تھے۔ گھر جانے کے لیے بنارس سے گورکھپور اور وہاں سے ٹرین بدل کر بڑھنی سرحد کو جانا ہوتا۔ اس کے لیے آپ عام طور سے ریزرویشن کراکے جاتے تھے۔ کبھی کبھی گورکھپور کے بجائے گونڈہ کے راستے بڑھنی کو جاتے۔ راقم کو جب بھی جھنڈا نگر کسی پروگرام میں جانا ہوتا تو آپ کی رفاقت ہی میں جاتا۔ آپ کے ساتھ سفر زیادہ ہی پرلطف ہوتا۔ ذرا بھی بوریت یا تکان کا احساس نہ ہوتا۔ اور جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ سفر میں بھی کھانے پینے کے اتنے لوازمات لے کر چلتے تھے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی۔ مزید یہ کہ راستے میں کسی ایسے اسٹیشن سے گذر ہوتا جس کے آس پاس ان کے کسی شاگرد، عزیز یا شناسا کا قیام ہوتا اور اس کو حافظ صاحب کے گذرنے کا علم ہوجاتا تو وہ بھی چائے وائے کے ساتھ اسٹیشن پر حاضر رہتا۔

ایک بار کاٹھمنڈو میں مولانا عبداللہ عبدالتواب مدنی رحمہ اللہ نے حفظ قرآن کا آل نیپال مسابقہ منعقد کیا تھا، اس میں بحیثیت حکم ہم دونوں مدعو تھے۔ بنارس سے بذریعہ ٹرین گورکھپور، وہاں سے بذریعہ کار بھیرہواں، پھر وہاں سے بذریعہ فلائٹ کاٹھمنڈو کا حافظ صاحب کی معیت میں سفر ہوا۔ اس سفر میں اس وقت کے صدر جمہوریہ نیپال سے بھی ملاقات کا موقع ملا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے حافظ صاحب کے ساتھ آخری سفر ۸/نومبر ۲۰۱۶ء کو جھنڈا نگر کے لیے ہوا، ۹/نومبر کو مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ کی حیات وخدمات پر منعقد ہونے والے مرکز التوحید کے سیمینار میں شرکت کے لیے یہ سفر ہوا۔ ہم لوگ شام کے وقت کرشک ایکسپریس میں تھے تو کسی نے بنارس سے فون پر نوٹ بندی کی روح فرسا خبر سنائی تھی۔ پھر اگلے تعلیمی سال کی ابتدا یعنی شوال ۱۴۳۸ھ = جولائی ۲۰۱۷ء میں آپ پر مرض کا شدید حملہ ہوا اور اس کے بعد آپ نے بنارس کو خیرباد کہا۔

گرمی وسردی کی چھٹیوں میں حافظ صاحب بمبئی، گجرات، سیونی اور دیگر مقامات کے سفر پر نکل پڑتے تھے، ہفتہ واری جمعہ کی چھٹی میں اکثر جون پور، مئو، اعظم گڈھ، بھدوہی وغیرہ اپنے شاگردوں، عزیزوں اور دوستوں کے یہاں چلے جاتے۔

راقم سے تعلقات:- ۲۰۰۳ء میں جب میں جامعہ سلفیہ بنارس سے منسلک ہوا اس وقت یہ جامعہ کبار علماء اور برگزیدہ شخصیات کا مرکز تھا۔ مولانا محمد رئیس ندوی، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری وغیرھم رحمہم اللہ جیسے جبال علم سے اس مرکزی ادارے کی عظمت کو چار چاند لگے تھے۔ ان حضرات کے علم وفضل اور بحث وتحقیق کا سکہ تو لوگوں کے دلوں پر بیٹھا ہی تھا، یہ اپنے قد وقامت اور رعب وجلال سے بھی دلوں پر حکومت کرتے تھے۔

حافظ عبدالحکیم صاحب بھی اپنی وضع داری اور وجیہ شخصیت کی وجہ سے آنے والے کی نگاہوں کا مرکز بنتے تھے۔ جامعہ آنے کے بعد میں بھی ان کی شخصیت سے متاثر ہوا، بالخصوص ان کی نماز کی پابندی اور کبھی مسبوق نہ ہونا قابل رشک عمل تھا۔ حافظ صاحب کے ساتھ تعلقات مضبوط ہونے کے بعد میرا ان کے ساتھ جھنڈا نگر کا پہلا سفر اگست ۲۰۰۳ء میں اس وقت ہوا جب جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نے آل

نیپال مسابقہ حفظ قرآن وحدیث کا انعقاد کیا۔ اس مسابقے میں ہم لوگ حکم کی حیثیت سے مدعو تھے۔ والد محترم حفظہ للہ بھی مئو سے مولانا شریف اللہ سلفی حفظہ اللہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بعد بارہا اس علاقے کا سفر اور آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ سفر میں مخدوم کے بجائے خادم بننے کی کوشش کرتے تھے اور رفیق سفر کو حتی الامکان راحت پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے۔ اس سلسلے میں آپ کے تکلفات کبھی کبھی بہت گراں گذرتے، مگر آپ تھے کہ اس سلسلے میں کچھ سننے کو تیار نہ ہوتے۔ جھنڈا نگر کے احباب بالخصوص مولانا عبدالمنان سلفی حفظہ اللہ، مولانا عبداللہ مدنی رحمہ اللہ، پھر ان کے جانشین مولانا عبدالعظیم مدنی حفظہ اللہ جب بھی راقم کو کسی علمی پروگرام کے لیے دعوت دیتے تو حافظ صاحب کو بھی مدعو فرماتے اور اصرار کرتے کہ وہ بھی ساتھ میں ضرور تشریف لائیں۔

میرے بڑے لڑکے طارق اسعد سلمہ جو اس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ میں زیر تعلیم ہیں انھوں نے حفظ قرآن کی تکمیل حافظ صاحب رحمہ اللہ کی نگرانی ہی میں کی ہے۔

حافظ صاحب اور موبائل:- جب موبائل کا استعمال زیادہ ہوا اور دھیرے دھیرے لوگوں کی ضرورت بن گیا تو حافظ صاحب کچھ دنوں تک اس کے استعمال یا کثرت استعمال پر بہت ناراضگی کا اظہار فرماتے اور کافی دنوں تک اپنے آپ کو اس سے بچاتے رہے۔ پھر ضرورت سے مجبور ہو کر موبائل لیا لیکن بہت زیادہ استعمال کرنے سے پرہیز ہی کرتے۔ عام طور پر کلاس کے اوقات میں موبائل ساتھ میں نہیں رکھتے، الا یہ کہ کوئی ضرورت درپیش ہو۔

علالت اور وفات:- ویسے تو کئی سال قبل سے حافظ صاحب کو کبھی کبھی سینے میں تکلیف کی شکایت ہوتی رہتی تھی، یہ تکلیف ہارٹ اٹیک کی تمہید ثابت ہوئی۔ شوال ۱۴۳۸ھ میں جب رمضان اور عید کی چھٹیاں گذار کر آپ بنارس آرہے تھے تو ٹرین ہی میں تکلیف شروع ہوئی جو پہلے کی بہ نسبت زیادہ شدت کی تھی، بنارس پہنچتے ہی آپ کو بی ایچ یو میں داخل کیا گیا۔ علاج سے مرض میں افاقہ کی رفتار کافی سست تھی، اسپتال سے واپسی کے بعد اپنے مستقر (مدرسہ زید بن ثابت، شاخ جامعہ سلفیہ) میں کچھ دنوں رہے۔ ضعف ونقاہت کا غلبہ رہتا تھا۔ اب آپ درس وتدریس کی ذمہ داری ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ آپ کے صاحب زادگان آپ کو گھر لے گئے، پھر لکھنؤ کا علاج شروع ہوا، اس سے کچھ افاقہ معلوم ہوا، درمیان میں ایک دو روز کے لیے آپ ایک بار بنارس بھی بچوں کے ساتھ آئے۔ سردیوں میں بمبئی میں مقیم اپنے صاحب زادے کے یہاں گئے، وہاں آپ کو زیادہ راحت محسوس ہوئی۔ مجھ سے فون پر برابر رابطہ رہتا۔ ایک بار بتایا کہ یہاں آنے کے بعد میں الحمد للہ کافی بہتر ہوں، سردی سے بھی عافیت ہے۔ اس بہتری کے پیش نظر آپ نے مسجد آنا جانا شروع کر دیا۔ لیکن سیڑھیاں چڑھنے اترنے کے عمل نے پھر مرض کو ابھار دیا۔

گذشتہ رمضان میں اور عید کے ایام میں میری ان سے فون پر بات ہوئی تو بتایا کہ طبیعت ٹھیک رہتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ بہت جلد مئو اور بنارس کا سفر کروں اور احباب واعزہ سے ملاقات کروں۔ یہ خبر سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ لیکن لگتا ہے کہ ان کی صحت ان کے وعدہ وفائی کی راہ میں حارج ہوگئی اور ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ عید الاضحیٰ سے کچھ پہلے میری بات ہوئی تو آپ کی آواز کافی پست تھی اور ضعف ونقاہت کا غلبہ واضح طور پر محسوس ہو رہا تھا۔

میں اپنی بدقسمتی اور ساتھ ہی تکاسلی کا کہاں تک شکوہ کروں۔ حافظ صاحب جب سے بیمار ہو کر بنارس سے گئے میں نے دل میں ارادہ کر رکھا تھا کہ حافظ صاحب کی عیادت کے لیے کبھی بھی تعلیمی ہفتہ کے اختتام پر یعنی جمعہ کے روز جھنڈا نگر جائیں گے، یعنی جمعرات کی شام بنارس سے نکل کر سنیچر کی صبح واپس آجائیں گے، ایک رفیق سفر سے بھی بات کر رکھی تھی۔ لیکن اپنے متعدد اسفار، دعوتی وتعلیمی مصروفیتوں اور کچھ گھریلو کاموں کی وجہ سے یہ کام ٹلتا گیا۔ بقرعید کے بعد پہلے تعلیمی ہفتہ کے اختتام پر میرا ایک سفر تھا، حافظ صاحب کی خرابی صحت کی خبر ملنا شروع ہوگئی تھی۔ سفر سے واپسی کے بعد اگلے جمعرات جمعہ کو حافظ صاحب کی عیادت کے لیے منصوبہ بنا ہی رہا تھا کہ ۱۱؍ستمبر بروز منگل دوپہر میں آپ کی رحلت کی اندوہناک خبر ملی اور میں تڑپ کر رہ گیا۔ یہ حادثہ واقعی میرے لیے ۱۱؍ستمبر (نائن الیون) ہی تھا۔ مجھے کچھ تاخیر سے حادثے کی اطلاع ملی، بھاگتے دوڑتے مئو کے کچھ احباب کے ساتھ ۱۲؍ستمبر کی صبح آٹھ بجے جھنڈا نگر پہنچا۔ نو بجے جنازے کا اعلان تھا۔ معلم قرآن کی نعش غسل وغیرہ کے بعد آخری دیدار کے لیے رکھی گئی تھی، کلیجہ تھام کر میں نے بھی ایک نظر ڈالی۔ میں ہمیشہ جھنڈا نگر حافظ صاحب کی مرافقت میں آتا تھا، سب سے پہلے ان کے گھر پہنچتا تھا پھر جہاں کا پروگرام ہوتا آپ کے ساتھ جاتا۔ اس بار میں دوسرے دوستوں کی معیت میں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہا تھا۔ اس بار اپنے اس مخلص رفیق کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہنے آیا تھا۔

شیخ عبدالعظیم فہد مدنی ہم لوگوں کو مرکز التوحید کے آفس میں لے گئے، وہاں سے تیار ہو کر ہم لوگ قبرستان کے لیے نکلے، علماء، حفاظ، طلبہ ودعاۃ اور عامۃ الناس اچھی خاصی تعداد میں دور دور سے پہنچے تھے۔ آپ کے صاحب زادے مولوی عبدالعلی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ۔

ذهب الذين يعاش في أكنافهم
بقي الذين حياتهم لا تنفع

ذاتی حالات:- حافظ صاحب کے ذاتی حالات کے بارے میں زیادہ معلوم نہ ہوسکا۔ جامعہ کے دفتر سے ان کی دو تین اسناد ملیں، ان کے بموجب آپ کا نام عبدالحکیم اور ولدیت عبداللہ ہے۔ تاریخ پیدائش (سند کے بموجب) ۱۹۴۶/۱۱/۱۱ء ہے، لیکن آپ کی وفات کے بعد اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئیں ان کے بموجب سن پیدائش ۱۹۴۴ء ہے۔ غالبا اصل تاریخ یہی ہے اور حسب دستور مدرسے میں دو سال کم درج کرائی گئی ہوگی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم شنکر نگر کے محلہ پوروا میں ہوئی۔ استاد قاری حبیب اللہ تھے۔ حفظ کی تعلیم کچھ تو مدرسہ سراج العلوم بونڈھیار میں حاصل کی اور تکمیل جامعہ فیض عام مئو میں کی۔ جامعہ فیض عام مئو سے ۱۴۰۲/۶/۱۵ھ کو اس وقت کے ناظم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فیضی رحمہ اللہ کے دستخط سے جاری حفظ قرآن کا ایک تصدیق نامہ آپ کے کاغذات میں موجود ہے جس میں شعبان ۱۳۸۱ھ کو حفظ سے

فراغت کا ماہ وسال بتایا گیا ہے۔مئو کے حافظ مرغوب الحسن صاحب جو فیض عام میں آپ کے رفیق درس تھے انھوں نے بتایا کہ ہم لوگوں نے ۱۹۶۱ء میں فیض عام سے حفظ کی تکمیل کی تھی۔

اس کے علاوہ عربی وفارسی بورڈ الہ آباد سے ۱۹۷۹ء میں منشی، ۱۹۸۳ء میں مولوی اور ۱۹۸۸ء میں کامل کا امتحان دیا تھا۔ جامعہ رحمانیہ میں آپ کا تقرر ۱۹۷۷ء میں ہوا تھا، ۲۰۰۹ء میں سرکاری ملازمت سے سبک دوش ہوئے، پھر جامعہ سلفیہ کی درخواست پر آپ نے جامعہ میں اپنی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔اور یہ سلسلہ جولائی ۲۰۱۷ء تک جاری رہا۔اس طرح یہاں آپ نے پورے ۴۰؍برس کتاب اللہ کی تعلیم کا فریضہ انجام دیا۔

بنارس آنے سے پہلے آپ متعدد مقامات پر تدریس اور امامت وخطابت کے فرائض انجام دے چکے تھے۔جن میں ہند نیپال سرحد سے متصل علاقہ بڑھنی کا ایک گاؤں ملگہیا، گورکھپور سے قریب گاؤں سکھٹی، علی گڈھ کا کوئی مدرسہ اور غالبا گجرات کا بھی کوئی مدرسہ شامل ہے۔

آپ کے جنازے سے واپسی کے وقت مرکز التوحید جھنڈانگر کے دفتر میں تھوڑی دیر بیٹھنے کا موقع ملا۔متعدد علماء وحفاظ موجود تھے، مولانا عبدالمنان سلفی حفظہ اللہ نے ایک نورانی چہرہ والی معمر شخصیت سے ملاقات کرائی اوران کے بارے میں بتایا کہ یہ مولانا شفیع اللہ رحمانی ہیں۔یہ حافظ عبدالحکیم صاحب کے استاد ہیں۔میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کہاں حافظ صاحب کو پڑھایا تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ مئو آئمہ الہ آباد میں۔

ایک بار ایک چھوٹا سا رسالہ دیکھنے میں آیا تھا جس کا عنوان غالباً کچھ اس طرح تھا: ''اور ابراہیم خلیل ہوگئے'' اس پر مصنف کی حیثیت سے ابوالبشر عبدالحکیم فیضی درج تھا۔اس وقت تلاش بسیار کے باوجود وہ رسالہ دستیاب نہ ہوسکا۔لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس رسالہ سے آپ کی تحریری دلچسپی کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

حافظ صاحب جھنڈانگر کے میاں محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے داماد تھے۔یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کب اور کن وجوہات سے آپ نے اپنے آبائی وطن بلرام پور کو خیر باد کہہ کر جھنڈانگر میں سکونت اختیار فرمائی۔آپ کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ۶؍بیٹے ۴؍بیٹیاں اور پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کی بڑی تعداد ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ قرآن کے حافظ، قرآن کے معلم اور قرآن کے خادم کی مغفرت فرمائے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ان کی لغزشوں کو درگذر فرمائے، ان کی حسنات کو شرف قبول عطا کرے، ان کی قرآنی اور تدریسی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادے، پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے، اور جنت الفردوس میں آپ کو اعلی مقام عطا کرے۔آمین۔

☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر۔ ان شاء اللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا ئی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔اس سلسلہ میں الحمد للہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہوا چاہتا ہے اور اہل حدیث منزل میں ترمیم وتعمیر کا کام تیسری منزل تک پہنچ چکا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہورہا ہے۔اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کردی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICICI0006292

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

دہشت گردی کا کوئی دین ومذہب نہیں/ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

دہلی:۴؍نومبر ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ایک پریس ریلیز میں پلول، ہریانہ کی ایک مسجد سے متعلق دہلی اقلیتی کمیشن کی شائع رپورٹ کے اس حصہ پر سخت حیرت وافسوس کا اظہار کیا گیا ہے جس میں شعوری یا غیر شعوری طور پر دہشت گرد تنظیم لشکر طیبہ کو سلفی مکتب فکر سے منسوب کیا گیا ہے ۔ یہ ایک انتہائی غیر ذمہ دارانہ اورافسوسناک بات ہے۔اس سے کروڑوں امن پسند، محبّ وطن اورانسانیت دوست لوگوں کی دلآزاری ہوئی ہے اور جس پر ہر انصاف پسند نالاں وشکوہ کناں ہے۔آج تک اسلام اور مسلم دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر کے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا پروپیگنڈا کیا جاتا تھا جس پر مسلمانوں کو سخت اعتراض تھا لیکن افسوس کہ آج بعض مسلمان بھائی ہی اپنے بعض مسلم مکاتب فکر کے بارے میں اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ باتیں کہہ رہے ہیں۔اس گروہ کی نسبت سلفیت کی طرف کی گئی ہے جس کا فکری وعملی اعتبار سے سلفیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی سلفیان عالم اس قسم کے لوگوں کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے فکروخیال جداگانہ بلکہ مخالفانہ ومتضاد ہیں۔ مذکورہ غلط فہمی کی تشہیر اقلیتی کمیشن جیسے مؤقر ادارہ کے ذمہ دار کی جانب سے ہوئی ہے جس کے سلسلہ میں جمعیت کو یقین ہے کہ غیر شعوری طور پر غیر متعلق بات معرض بیان میں آگئی ہے۔چنانچہ لوگوں کے اضطراب کے مدنظر یہ وضاحت کرنی پڑی۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اسلام میں دہشت گردی کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ دہشت گردی کا کوئی دین ومذہب ہوتا ہے۔اور یہ معلوم ہے کہ جماعت اہل حدیث وطن عزیز کی وہ واحد تنظیم ہے جسے سب سے پہلے دہشت گردی، داعش وغیرہ کی کھل کر مذمت کرنے،ان کی خرابیوں سے ہر خاص وعام کو باخبر کرنے، ان کی مذمت وتردید میں اجتماعی فتوے جاری کرنے اور بڑے بڑے سیمنار، سمپوزیم اور کانفرنسیں منعقد کرنے کا شرف حاصل ہے۔جو شخص یا تنظیم دہشت گردی کی حمایت کرتی ہے وہ سلفی نہیں ہوسکتی۔سلفیت نام ہے صاف ستھرے عقیدے کا اور انسانیت نوازی کا۔آج تک دنیا کے کسی بھی ملک میں چاہے وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی، سلفی مکتب فکر کے لوگوں نے کسی حکومت کے خلاف احتجاج، مظاہروں، انقلابی اور پر تشدد پروگراموں میں نہ تو حصہ لیا اور نہ ہی اس فکر کی کبھی حوصلہ افزائی کی۔اس کا ماننا ہے کہ شوروہنگامہ، پرتشدد مظاہروں اور دہشت پھیلانے جیسے کاموں سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ اور الجھ جاتے ہیں اس کی واضح مثال دنیا کے بہت سے ممالک ہیں جہاں ملک کے ملک دیکھتے ہی دیکھتے اتھل پتھل کا شکار ہوگئے۔لاکھوں لوگ قتل وخونریزی کی بھینٹ چڑھ گئے اور کروڑوں دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوگئے۔بہر حال ایسے مکتب فکر کو کسی دہشت گرد تنظیم سے منسوب کرنا حقیقت سے دور اور انصاف کے تقاضوں کے منافی ہے۔

پریس ریلیز میں مزید کہا گیا ہے کہ آج امت مسلمہ کے لئے اتحاد ویکجہتی ایک ناگزیر ضرورت ہے، ایسے میں ایک دوسرے کو شعوری یا غیر شعوری طور پر غلط مکاتب فکر سے جوڑنا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے، جماعت اہل حدیث ایک مثبت فکر کی حامل جماعت ہے جس نے تعلیمی، دعوتی، تصنیفی، صحافتی وغیرہ الغرض ہر میدان میں اپنا قابل فراموش اور اہم رول ادا کیا ہے۔افراد امت اور اہل وطن کے ساتھ اس کا ہمیشہ ہی اخوت وبھائی چارگی اور یکجہتی اس کا شیوہ رہا ہے اور اسی طرح کی توقع وہ تمام انصاف پسند اور اسلام وانسانیت دوست بھائیوں سے کرتی ہے۔

(۲)

کانپور کی معروف دینی وسماجی شخصیت عزیر احمد نیتا کے انتقال پر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کا تعزیتی پیغام

دہلی:۹؍نومبر ۲۰۱۸ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے شہر کانپور کی معروف دینی وسماجی شخصیت اور مدرسہ محمدیہ سلفیہ کانپور کے ناظم اعلیٰ جناب عزیر احمد نیتا کے انتقال پر ملال پر گہرے رنج وغم کا افسوس کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ جناب عزیر احمد صاحب گوناگوں خصوصیات اور خوبیوں اور باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے اور اپنی علم دوستی، علماء نوازی، خوش اخلاقی، تواضع و ملنساری، دینی وجماعتی غیرت اور خدمت ملک وملت اور جماعت کی وجہ سے ہر طبقے میں مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔اور دینی وسماجی کاموں کے لیے ہمہ وقت رواں دواں رہتے تھے۔گذشتہ ۷؍نومبر ۲۰۱۸ء کی شب کے ساڑھے دس بجے بعمر ۷۸ سال مالک حقیقی سے ملے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

پسماندگان میں چار بیٹے محمد زید انصاری، محمد شعیب انصاری، محمد فیصل انصاری، محمد سعود انصاری اور تین صاحبزادیاں اور پوتے پوتیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول کرے، لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین

جماعتی خبریں

ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور مغربی بنگال کے زیر اہتمام امن وشانتی اور تعلیمی بیداری کے عنوان پر ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد اوراس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی کی آمد: بفضلہٖ تعالیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور، مغربی بنگال کی جانب سے مورخہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بمقام ایٹاہر بلاک بعنوان ''امن وشانتی اور تعلیمی بیداری'' ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔

جمعہ سے قبل شیخ محمد اسحاق المدنی حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے زیرصدارت ایک تعارفی واحتسابی مجلس کا انعقاد ہوا جس میں جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور کے تمام بلاک کے دعاۃ ومبلغین اور ذمہ داران حضرات کا تعارف دعوتی میدان میں ان کی مساعی جمیلہ مع کمی خامی، وہاں کے ماحول کی خرابی اوراسے سدھارنے کے مختلف وسائل نیز توصیہ حاصل کرنے کے طورطریقے اوران کے قوانین وضوابط زیر بحث لائے گئے۔ پھر جمعہ کا وقت ہونے پر شیخ محمد اسحاق المدنی نے توحید کی اہمیت کے عنوان پر خطبہ دیا.....

نماز سے فراغت کے بعد سبھوں نے ظہرانہ تناول کیا پھر تقریبا ۲ بجے باضابطہ کانفرنس کا آغاز ہوا جس کی صدارت شیخ محمد اسحاق المدنی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال وشیخ محمد سجاد حسین ناظم جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال حفظہما اللہ نے کی جبکہ نظامت کا فریضہ شیخ مطیع الرحمٰن المدنی جوائنٹ سکریٹری جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور وشیخ غیاث الدین الریاضی امیر جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور اور شیخ عبدالحلیم البخاری حفظہم اللہ نے انجام دیا۔اس شاندار پروگرام میں مہمانان خصوصی کی حیثیت سے فضیلۃ الشیخ محمد ہارون السنابلی حفظہ اللہ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند شیخ محمد اظہر المدنی چیرمین جامعہ ابی بکرالصدیق الاسلامیہ نیودہلی، شیخ مزمل الحق المدنی پرنسپل جامعہ عائشہ الاسلامیہ کشن گنج بہار اور شیخ محمد رضوان السلفی امیر جمعیت اہل حدیث پورنیہ بہار تشریف فرما تھے۔

آسمان خطابت کے درخشندہ ستارے کی حیثیت سے شیخ جرجیس انصاری چترویدی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی، شیخ تنویز کی المدنی پورنیہ، بہار، شیخ عبدالقاہر السلفی مرشدآباد مغربی بنگال، شیخ عبیدالرحمٰن البخاری جامعہ عالیہ کولکاتا، شیخ سعید الرحمٰن السلفی شری منتوپور، اتر دیناجپور، مغربی بنگال، شیخ مطیع الرحمٰن العمری ایٹاہر، اتر دیناجپور، شیخ ابوالقاسم السلفی پرنسپل جامعہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا، کرندیگھی، اتر دیناجپور، شیخ مرشد عالم المدنی پرنسپل جامعہ مطلع العلوم کھاڑی گوپال پور، رائے گنج، شیخ واحد الرحمٰن الاثری، ایٹاہر اور شیخ عبدالمجید الفیضی جوائنٹ سکریٹری جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور حفظہم اللہ نے شرکت کی۔

تمام مقررین حضرات نے امن وشانتی اور تعلیمی بیداری کے عنوان پر زبردست تقریر کی نیز امن وشانتی کے پیام کو عام کرنے و تعلیمی بیداری مہم چلانے پر زور دیا.....

خاص طور سے مولانا جرجیس انصاری چترویدی نے امن وشانتی کی تفصیلی وضاحت اوران کے اسباب کی خوب تشریح کی۔

اس عظیم الشان کانفرنس کو کامیاب وکامرن بنانے کے لئے ذمہ داران جمعیت اہل حدیث اتر دیناجپور مغربی بنگال کے علاوہ سیاسی حکمراں نے بھی بھرپور تعاون اور ہرطرح کی مدد کی۔

کانفرنس کے اختتام سے قبل شیخ مطیع الرحمٰن المدنی حفظہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جس کی توفیق اور نصرت خاص سے یہ عظیم کانفرنس پایہ تکمیل کو پہنچی نیز خرابی موسم اورآب وہوا کی تبدیلی کے باوجود لوگوں کے اذہان وقلوب کو کانفرنس کی طرف مائل رکھا۔ پھر شیخ محترم نے تمام مہمانان خصوصی، نظماء کرام، مقررین عظام، ذمہ داران اعزاء، حکمراں، معاونین اورسامعین حضرات کا شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے تمام ترک مشغولیت ومصروفیت کو برداشت کرتے ہوئے اس کانفرنس کو اپنے مقصد وہدف تک پہنچانے کے لئے کوشاں رہے پھر دعاء پڑھتے ہوئے کانفرنس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

پھر وہاں سے شیخ مطیع الرحمٰن المدنی کے ہمراہ شیخ ہارون السنابلی ناظم عمومی جمعیت اہل حدیث ہند، شیخ محمد اظہر مدنی چیئرمین جامعہ ابی بکرصدیق الاسلامیہ نیو دہلی، شیخ تنویز کی المدنی، پورینہ بہاراور شیخ جرجیس چترویدی اٹاوہ، ہدی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ بوڑیہان کرندیگھی اتر دیناجپور مغربی بنگال کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔

قلت وقت کے باوجود چیئرمین ہدی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ نے ایک استقبال پروگرام کا انعقاد کیا....تلاوت کلام سے محفل کو آغاز کیا گیا اورنعت نبی ﷺ سے سامعین کے قلوب کومجلی ومصفی کیا گیا پھر شیخ ہارون السنابلی صاحب نے چند منٹ ناصحانہ کلام پیش کیا اورعلم کی اہمیت کو اجاگر کیا، ان کے بعد شیخ محمد اظہر المدنی صاحب نے طلبہ وطالبات کے سامنے قیمتی پندونصائح بیان کئے جب کہ مولانا جرجیس انصاری چترویدی صاحب نے علم اور حصول علم کی خوب مدحت فرمائی اور ٹرسٹ ہذا کے چیئرمین شیخ مطیع الرحمٰن المدنی اوران کے بوستاں وچمنستان کی دن دوگنی اوررات چوگنی ترقی کے لئے دعائے خیر کی۔

پھر ٹرسٹ ہذا کے زیراہتمام تین ادارے جامعہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا جامعۃ الامام الالبانی اورالہدی برائٹ مشن کا دورہ کیا پھر دعاء دیتے ہوئے یہ مرکزی قافلہ رخصت ہوگیا۔ اللہ ان سبھوں کو جزائے خیر دے آمین (کتبہ: مفیض الدین البخاری، عمید جامعۃ امام الالبانی، بوڑھیان، اتر دیناجپور، مغربی بنگال)

شہری جمعیت اہل حدیث کولکاتا و مضافات کا دینی و اصلاحی پروگرام: مقامی جمعیت اہل حدیث قاضی پاڑہ شیب پور ہوڑہ کے تعاون سے شہری جمعیت اہل حدیث کی زیرنگرانی ایک روزہ دینی، دعوتی

اوراصلاحی پروگرام بروز جمعہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں مختلف موضوعات پرعلماء کرام کا خطاب ہوا، یہ پروگرام دونشستوں پر مشتمل تھا، پہلی نشست کا آغاز بعدنمازمغرب ہوا جس میں مولانا عمران سلفی، مولانا ریاض الدین اثری، مولانا معروف سلفی نے بیش قیمتی اور مفید باتیں پیش کئے۔ دوسری نشست عشاء کے بعد شروع ہوئی جس میں امیر شہری جمعیت مولانا ذکی احمد مدنی نے علمی انداز میں اپنی بیش بہا کلمات سے سامعین کو مستفید کیا ،اخیر میں مولانا ثناءاللہ مدنی مقرآئی پلس ٹی وی نے ہندوستان کے موجودہ حالات کے تناظر میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں کے موضوع پر مفصل خطاب کیا جس میں انہوں نے مسلمانوں کونصیحت کیا کہ مومن حالات سے گھبراتا نہیں ہے، بلکہ صبر وتحمل کا دامن تھامے رہتا ہے، اس کومت چھوڑیئے،ایک بنیں، اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں، انہیں موبائل اورانٹرنیٹ سے دور رکھیں تبھی جاکرایک صالح معاشرہ کی تشکیل ہوسکتی ہے۔ یہ پروگرام کافی حدتک کامیاب رہا، پروگرام کے اخیر میں تمام حاضرین کے لئے عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا، اس میں مختلف مقامی جمعیتوں کے اراکین، عوام اورخواتین امیر جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ بھی شریک رہے۔(تابش تیمی)۔

ایک روزہ اجلاس عام مواڈ، تحصیل نرکھیڑ، ضلع ناگپور: مورخہ:۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۸ء کوشہری وضلعی جمعیت اہل حدیث ناگپور کی جانب سے مسجد القدیر اہل حدیث، مواڈ، میں ایک روزہ اجلاس عام کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے خازن وشہری جمعیت اہل حدیث ناگپور کے امیر وکیل پرویز صاحب نے کی۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں حصول تعلیم اوراسے مضبوط کرنے میں اور جمعیت کے دعوتی کام کو جاری وساری کرنے پر بھی زور دیا۔ اس اجلاس میں ناگپوراور اطراف سے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس پروگرام کے مقرر خصوصی مولانا جاوید اختر سلفی نے اصلاح معاشرے اور مولانا محمد فہیم عمری صاحب (بھوپال) نے اسلام امن وامان کا مذہب ہے۔کے عنوان پرخطاب کیا۔اس موقع پر مہمان خصوصی مولانا صادق صاحب (امیر چھنڈواڑہ)، مولانا انصارخان صاحب (نرکھیڑ)، مولانا عبدالواحد صاحب (سیونی) نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔اس اجلاس کے کنوینئر عبدالستار صاحب (نائب امیرناگپور) نے تمام مہمانوں کاشکریہ ادا کیا۔اس اجلاس کی نظامت جمعیت کے ناظم شیخ عظمت اللہ نے کی۔ انہوں نے جماعت اور جمعیت کو مضبوط کرنے پرزوردیا۔(شیخ عظمت اللہ، ناظم اعلیٰ شہری وضلعی جمعیت اہل حدیث ناگپور)

اجلاس عام: ۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز اتوار بعدنمازعصرتادیررات مہاراشٹر کا ایک معروف شہرنندوربار میں ایک عظیم اجلاس عام کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت عالی جناب صابر سیٹھ صاحب نے کی۔

اس کی مناسبت یہ رہی کہ دھولیہ شہر کے سابق امیر محترم جناب ڈاکٹر ظہور احمد انصاری صاحب نے نندوربار کی مسجد کے مالی تعاون کے طور پر مستقل ذریعہ آمدنی کے لئے شادی میں مستعمل سامان کے تمام لوازمات کو نندوبار کی مسجد اہل حدیث کو وقف کیا الحمدللہ اسے الظہور ڈیگ سروس کے نام سے موسوم کیا گیا۔اس کا افتتاح مالیگاؤں مسجد اہل حدیث جعفرنگر کے ذمہ دار عالی جناب اسماعیل ملا صاحب کے ہاتھوں بعدنمازعصرعمل میں آیا۔ بعدنمازمغرب اجلاس عام کا آغاز ہوا۔ مالیگاؤں سے تشریف لائے مولانا ابورضوان محمدی، حافظ جمیل احمد محمدی، حافظ شعیب محمدی صاحبان کے خطابات ہوئے اس اجلاس میں نندوبار دھولیہ دونڈائچہ جیتانہ شہاراالمنیر اور مالیگاؤں سے افراد جماعت نے شرکت کی یہ پروگرام انتہائی کامیاب رہا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ک وہ اس تقریب کوشرف قبولیت عطافرمائے۔الظہور ڈیگ سروس کے لوازمات کے واقف ڈاکٹر ظہور احمد انصاری صاحب کے اس عظیم عمل کو صدقہ جاریہ بنائے۔ اورمزید اخلاص عمل کی توفیق بخشے آمین۔(حافظ زاہد صدروشیخ عبداللہ سرسکریٹری جمعیت اہلحدیث نندوربار، مہاراشٹر)

اجلاس عام بعنوان اصلاح معاشرہ: بتاریخ ۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ بعدنمازعشاء میرٹھ کے ایک قریہ اچھل پور جوکہ میرٹھ سے تقریبا ًچالیس کلومیٹر کی دوری پر آباد ہے، تاریخی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی بہت ہی مؤقرشخصیت عالی جناب پرویز وکیل صاحب نے فرمائی جس میں بطور مہمانان خصوصی حضرت مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے شرکت فرمائی۔ ناظم عمومی نے ہندوستان کے بہت حساس مسائل پر تاریخی خطاب فرمایا اور بہت سے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔خطاب کوسماعت فرمانے کے لئے بلاکسی مسلکی اختلاف کےلوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ اجلاس کومزید خوبصورتی عطا کرنے کے لئے جن شخصیات نے اپنی شرکت فرمائی ان میں چند اسماء قابل ذکر ہیں۔مولانا عبدالقدوس عمری، امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش، مولانا محمد اظہر مدنی، ڈائریکٹر اقراء گرلس انٹرنیشنل اسکول دہلی، جناب مہتاب قریشی سابق چیئرمین ، جناب سلمان وکیل چیئرمین کٹھورقریشی، الحاج شمیم قریشی مظفرنگر، علاقائی علماء نے بھی اپنی حاضری درج کرائی۔جن میں مولانا عامر ریاضی، مولانا فرمان اشرفی، مولانا محسن، حافظ عبدالحفیظ وغیرہ اجلاس کی نظامت میرٹھ کے ضلعی جمعیت کے ناظم مولانا راشد اثری نے فرمائی۔ پروگرام میں میرٹھ، بلندشہر، ہاپوڑ، مظفرنگر، باغپت اور بہت سی جگہوں سے اہل اسلام نے شرکت فرمائی۔اخیر میں صدارتی کلمات کے ساتھ پروگرام کے اختتام کا اعلان ہوا۔اور ناظم اجلاس نے گاؤں میں مسجد اہل حدیث نہ ہونے کی وجہ سے جودشواری آرہی ہیں۔ان کے خاتمے کے لئے دعا فرمائی اور جلد ہی مسجد کے قیام کا اعلان فرمایا۔جن کی تائید مرکزی نمائندوں نے بھی فرمائی۔(محمد راشد اثری ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ 9639232005)

☆☆☆